سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اہل بیت کے فضائل

اور

بعض محدثین اور علماء کا طرز عمل

مرتبہ

خسرو قاسم

نام کتاب : سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اہل بیت کے فضائل
اور بعض محدثین اور علماء کا طرز عمل

مرتب : خسرو قاسم

صفحات : ۸۶

سن اشاعت : ۲۰۲۱ء

کمپوزنگ : مشکوٰۃ کمپیوٹرس، علی گڑھ

ملنے کا پتہ

Khusro Qasim
Ali Academy
3, Raipura Lodge,
Dodhpur, Aligarh - 202002 (INDIA)
Mob. 08755878084

فہرست مضامین

پیش لفظ	۷
امام علی رضی اللہ عنہ کی تصویر بگاڑنے کی کوشش	۱۰
واقعۂ افک میں بڑا کردار ادا کرنے کی تہمت	۱۰
سیدنا علیؓ پر نفاق کی تہمت اور اس کا پرچار	۱۱
حالت نشہ میں نماز پڑھانے کی تہمت	۱۲
عمرو بن عاص کا اپنا بیان	۱۴
ایک اشکال اور اس کا جواب	۱۴
سیدنا علیؓ پر نبی ﷺ کو اذیت دینے کی تہمت	۱۶
نبی اکرم ﷺ کو دھوکے سے مار ڈالنے کی تہمت	۱۶
سیدنا علیؓ کے فضائل کو مٹانے اور اس میں تحریف کرنے کی کوشش	۱۹
پہلی صورت: سیدنا علیؓ کے فضائل چھپائے گئے	۱۹
پہلی مثال:	۱۹
دوسری مثال:	۲۱
تیسری مثال:	۲۳
چوتھی مثال:	۲۵
پانچویں مثال:	۲۵
کچھ مزید مثالیں	۲۶

دوسری صورت: سیدنا علیؓ کے فضائل چرائے گئے	۲۶
پہلی مثال	۲۶
فضائل علیؓ چرانے کی ایک اور مثال	۲۷
دوسری مثال:	۲۹
تیسری مثال:	۳۰
چوتھی مثال:	۳۱
پانچویں مثال:	۳۲
چھٹی مثال:	۳۲
ساتویں مثال: کعبے میں ولادت کی بات	۳۳
آٹھویں مثال، زہراء بتول علیہا السلام والرضوان سے متعلق	۳۴
تیسری صورت: فضائل کا معارضہ اور اس کی مخالفت	۳۶
پہلی مثال: حدیث: ''**أنا مدينة العلم وعلي بابها**'' کی مخالفت	۳۶
دوسری مثال:	۳۷
تیسری مثال: حدیث منزلہ کی مخالفت	۳۷
چوتھی مثال:	۳۷
پانچویں صورت: فضائل پر مشتمل احادیث کے معنی میں تحریف	۳۹
چھٹی صورت: فضائل پر مشتمل احادیث کی تفسیر نہ کرنا	۴۰
ساتویں صورت: ظن وتخمین کی بنیاد پر فضائل کی احادیث کو ضعیف قرار دینا	۴۱
پہلی مثال:	۴۱
دوسری مثال:	۴۳
پہلی کوشش:	۴۴

دوسری کوشش:	۴۵
آٹھویں صورت: احادیث فضائل کو ان کے مضمون سے عاری کرنا	۴۶
پہلی مثال:	۴۶
دوسری مثال:	۴۶
مخالفین اور محاربین کی حد سے زیادہ مدح کرنا	۴۷
اس بات سے انکار کہ وہ اہل بیت النبوۃ ہیں	۴۹
پہلی مثال: حجاج اور اہل بیت کا انکار	۴۹
دوسری مثال: ابن کثیر اور آل نبی سے سیدنا علیؑ کے تعلق کا انکار	۵۱
لفظ آل کو وسیع مفہوم میں لینا، ان کی خصوصیت کا انکار اور تمام متبعین کو آل میں شامل کرنا	۵۲
سیدنا علی اور اہل بیت علیہم السلام کے فضائل چھپانے کے اسباب	۵۴
پہلا سبب: حکام کی کاسہ لیسی اور چاپلوسی	۵۴
دوسرا اور تیسرا سبب: دشمنوں کا حسد اور ان کا بغض، دوستوں کا خوف اور ان کی دہشت	۵۸
دوستوں نے خوف کی وجہ سے فضائل چھپا دیے، اس کی ایک مثال	۵۷
دوسری مثال	۵۹
چوتھا سبب: شیعہ سے دشمنی اور ان سے بغض	۶۸
(1) شیعوں کی مخالفت میں بعض سنتوں اور مستحبات کو ترک کر دیا گیا	۶۹
(2) شیعوں کی مخالفت میں بعض نئے احکام کی ایجاد	۷۰
(3) سیدنا علیؑ کے فضائل پر حملہ اور ان کی تنقیص	۷۰
پانچواں سبب: بعض صحابہ کا خوف	۷۳

چھٹا سبب: رفض وتشیع کی تہمت لگ جانے کا خوف	۷۴
پہلی مثال: حافظ ابن جریر کے ساتھ	۷۴
دوسری مثال: حافظ حسکانی کے ساتھ	۷۴
پہلا واقعہ: نصر بن علی کے ساتھ	۷۷
دوسرا واقعہ: حافظ ابن سقا کے ساتھ	۷۸
تیسرا واقعہ: حافظ ابوبکر طائی کے ساتھ	۷۸
اللہ نے اپنی روشنی کی تکمیل فرمادی	۸۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اہل بیت علیہم السلام کے سلسلے میں کتب احادیث میں فضائل ومناقب پر مشتمل احادیث اس قدر موجود ہیں کہ کوئی ان کا انکار نہیں کرسکتا۔ پھر بھی بعض لوگ اپنی عاقبت سے بے پروا ہوکر ان کے سلسلے میں بسا اوقات ایسی باتیں کہتے اور لکھتے دکھائی دیتے ہیں جن کو ایک عام مسلمان جس کے سینے میں ایمان کی روشنی اور اپنے نبی اکرم ﷺ کی محبت ہو، ان کو ہرگز قبول نہیں کرسکتا۔ اہل سنت والجماعت ہمیشہ مثبت طرز فکر وعمل کی طرف دار رہی ہے اور کسی کے غلو آمیز رویہ نے اس کو جادۂ اعتدال سے منحرف نہیں ہونے دیا۔

اسلامی تراث کی کتابوں میں ایک خاص دور کے متعلق جو تفصیلات ملتی ہیں، وہ حد درجہ تکلیف دہ اور اذیت ناک ہیں۔ وہ دور اہل بیت علیہم السلام کے لیے ابتلاء اور آزمائش کا دور رہا لیکن تمام ظلم وستم، ملک بدری، قید وبند اور قتل وخوں ریزی کے باوجود انھوں نے اپنے جد امجد نبی اکرم ﷺ کی راستہ نہیں چھوڑا اور نہ ملت کی تربیت اور اس کی رہنمائی سے کنارہ کش ہوئے۔ آخر ان کی قربانیاں رنگ لائیں اور ان کے مخالفین سارے زمانے میں رسوا اور ذلیل ہوئے۔ یہ المناک داستان ہماری بنیادی کتابوں میں موجود ہے جس کو پڑھتے ہوئے آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کا قصور کیا تھا، کیا سنت نبوی کی طرف دعوت دینا کوئی جرم تھا، کیا اسلامی شعائر کی حفاظت کے لیے آواز بلند کرنا کوئی گناہ تھا؟ کیا ان کو سیاست کی کرسی چاہئے تھی؟ اگر آپ ان سوالات پر غور کریں گے تو نتیجہ یہی سامنے آئے گا کہ ان کو بنو ہاشم سے اور نبی اکرم ﷺ

کے خانوادے سے شدید قسم کا بغض تھا،جس کا اظہار مختلف مواقع پر نوع بہ نوع صورتوں میں ہورہا تھا۔

اہل بیت علیہاالسلام خصوصاً سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اسوہ آج بھی امت کے لیے منارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم صورت حال کو غیر جانب دار ہوکر سمجھیں۔ یہ بات ہمیں تسلیم کرنا ہوگی کہ تاریخ کے کئی ایک ادوار میں اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔اس کا اعتراف کئی ایک ممتاز محدثین اور سیر وتراجم کے مصنفین کرتے ہیں۔

زیر مطالعہ کتاب یمن کے ایک سنی عالم امین بن صالح الحداء کی تحریر سے مستفاد ہے۔ وہ اسلامی تراث پر وسیع اور عمیق نظر رکھتے ہیں۔اہل بیت علیہم السلام سے اسی طرح محبت فرماتے ہیں جس طرح ایک مسلمان کو کرنا چاہئے۔انھوں نے اپنی ہر بات کے لیے دلائل وشواہد کے انبار لگادیے ہیں اور جرح وتعدیل کے تمام اصولوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنی باتیں رکھی ہیں۔

مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے اہل بیت علیہم السلام کی عظمت دلوں میں بیٹھی گی اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مقام بلند سامنے آئے گا اور اسلام میں جو امتیازات انھیں حاصل ہیں،ان کی معرفت میں مدد ملے گی۔اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میری اس حقیر خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے اور ہمارے سینوں کو اہل بیت علیہم السلام کی محبت وعظمت سے معمور کردے۔آمین تقبل یا رب العالمین۔

خسرو قاسم
Assistant Professor
Mechanical Engineering Department,
A.M.U. Aligarh
Phone No.: 08755878084

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين،والشكر لاله الأولين والآخرين، فوق حمد الحامدين،وشكر الشاكرين، وصل اللهم وسلم وبارک وترحم وتحنن علی محمد الأمين، وآله الطيبين الطاهرين،عدد ما ذكرهم الذاكرين، و غفل عن ذكرهم الغافلون،وبعد:

اہل بیت علیہم السلام کے فضائل ومناقب میں نبی اکرم ﷺ سے مروی احادیث کے تعلق سے دو موقف اپنایا گیا ہے۔ایک موقف تو یہ سامنے آیا ہے کہ اس موضوع پر مروی احادیث کو غیر مستند بنانے کی کوشش کی گئی اور دوسری کوشش یہ رہی کہ ان کا زیادہ چرچا نہ کیا جائے ،اگر مجبوری میں کہیں اس نوع کی احادیث بیان کرنے کی ضرورت آن پڑے تو ان کی تاویل وتشریح کچھ اس ڈھنگ سے کی جائے کہ ان کا مقصد ہی فوت ہو جائے۔

ان کوششوں کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے کہ اہل بیت کے فضائل سے متعلق احادیث ناپید ہو جائیں اور کتابوں میں ان کا ذکر ہی نہ ہو لیکن شاید اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا۔اس نے محبین اہل بیت کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو ان تابندہ نقوش کو ہمیشہ ابھارتی رہی جن کو مٹانے کے لیے تمام حربے استعمال کیے جاتے رہے۔فضائل سے متعلق احادیث کو صحیح کہنے والے بھی موجود رہے اور احادیث فضائل کو اپنے سینوں اور سفینوں میں محفوظ رکھنے والے بھی اللہ کی تائید اور نصرت سے اپنا فریضہ انجام دیتے رہے۔اہل بیت کے فضائل ومناقب کے سلسلے میں اپنائے جانے والے رویوں کی تھوڑی تفصیل ذیل میں بیان کی

جارہی ہے۔

امام علی رضی اللہ عنہ کی تصویر بگاڑنے کی کوشش

امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام والرضوان کے دشمنوں نے آپ کی روشن تصویر کو مسخ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکے اور ان بزدلوں کے ہاتھ صرف ناکامی آئی۔اللہ تعالیٰ نے ان معاندانہ کوششوں کا نتیجہ الٹا کر دیا اور سیدنا علیؓ کی عزت اور قدر و منزلت مومنوں کے دلوں میں مزید بڑھ گئی۔

واقعۂ افک میں بڑا کردار ادا کرنے کی تہمت

مثال کے طور پر واقعہ افک سے متعلق نازل ہونے والی آیات میں ﴿وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ کا مصداق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بتانے کی کوشش کی گئی۔بنوامیہ کے بعض حکام نے یہ شوشہ چھوڑا اور علماء پر بھی دباؤ ڈالا گیا کہ وہ بھی اسی جھوٹ کی اشاعت کریں۔اس کی دلیل وہ روایت ہے جو ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (5/339) میں نقل کی ہے۔ذہبی لکھتے ہیں:

یعقوب سدوسی کہتے ہیں کہ مجھ سے حلوانی نے بیان کیا،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شافعی نے بیان کیا،وہ کہتے ہیں کہ ہم سے میرے چچا نے ذکر کیا کہ

دخل سليمان بن يسار على هشام بن عبد الملک، فقال:يا سليمان : من الذى تولى كبره منهم؟ قال:عبد الله بن أبى ابن سلول، قال:كذبت، هو على، فدخل ابن شهاب، فسأله هشام، فقال:هو عبد الله بن أبى، قال : كذبت هو على، فقال:أنا أكذب لا أبا لک، فوالله لو نادى مناد من السماء ، إن الله أحل الكذب ما كذبت، حدثنى سعيد وعروة وعبيد وعلقمة بن وقاص، عن عائشة :أن الذى تولى كبره عبد الله بن أبى.

’’ایک بار سلیمان بن سیار،ہشام بن عبدالملک کے پاس آیا۔اس نے پوچھا:

سلیمان! واقعہ افک میں بڑا حصہ لینے والا کون ہے؟ اس نے جواب دیا: عبداللہ بن ابی۔ جواب سن کر ہشام نے کہا: تم نے جھوٹ بولا ہے، حادثۂ افک میں بڑا حصہ لینے والے علیؓ تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں ابن شہاب پہنچ گئے، ان سے بھی ہشام نے یہی سوال کیا۔ ابن شہاب کا بھی وہی جواب تھا کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی ہے۔ ہشام نے ان کو بھی کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ بات سن کر ابن شہاب بولے: تیرا ستیاناس ہو، میں جھوٹ بولوں گا۔ قسم ہے اللہ کی، اگر آسمان سے بھی کوئی منادی یہ صدا لگائے کہ اللہ نے جھوٹ بولنے کو مباح قرار دے دیا، تب بھی میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ مجھ سے سعید، عروہ، عبید اور علقمہ بن وقاص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ واقعۂ افک میں بڑا حصہ لینے والا عبداللہ بن ابی تھا''۔

اس واقعہ کی سند صحیح ہے۔ اسی طرح کی روایت صحیح بخاری (4142) میں بھی امام زہری سے مروی ہے لیکن اس میں ہشام کی بجائے ولید بن عبدالملک کا ذکر ہے۔

سیدنا علیؓ پر نفاق کی تہمت اور اس کا پرچار

اسی طرح وہ سیدنا علیؓ پر منافق ہونے کی تہمت بھی لگاتے ہیں اور لوگوں کو اسی عقیدہ اور سوچ کا پابند بنانا چاہتے ہیں۔ اسی حادثۂ افک میں اس کی طرف اشارہ ہے جس پر مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ سیر اعلام النبلاء (7/130) میں امام اوزاعی کے ترجمہ میں ضمنی طور پر یہ بات ملتی ہے کہ انھوں نے بتایا کہ

ما أخذنا العطاء حتى شهدنا على علي بالنفاق، وتبرأنا منه، وأخذ علينا بذلك الطلاق والعتاق وأيمان البيعة.

''ہمیں عطیات اس شرط پر دیے گئے کہ ہم علیؓ کے سلسلے میں یہ گواہی دیں کہ وہ منافق تھے اور ہم سے اعلان براءت کرایا گیا۔ ہم سے طلاق اور عتاق کا عہد لیا گیا اور بیعت لیتے وقت اسی کی قسم دلائی گئی''۔

قسم ہے اللہ کی، سخت حیرت کی بات ہے کہ آخر کیسے اور کس طرح اس ذات پر نفاق کی تہمت لگائی گئی جو خود منافقین کی شناخت اور پہچان کی سب سے بڑی نشانی اور علامت تھی کیوں کہ سیدنا علیؓ سے محبت صرف ایک مومن ہی کرتا تھا اور ان سے بغض صرف ایک منافق ہی رکھتا تھا۔

حالت نشہ میں نماز پڑھانے کی تہمت

سیدنا علیؓ پر یہ تہمت بھی لگائی گئی کہ انھوں نے حالت نشہ میں نماز پڑھائی، جس کی وجہ میں قرآن کی قراءت میں تحریف واقع ہوئی جب کہ یہ غلطی کسی دوسرے نے کی تھی۔ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک بار علی بن ابی طالب نے شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے شرب پی اور اسی حالت نشہ میں نماز پڑھا دی، نماز میں انھوں نے قرآن کی تلاوت میں تحریف کر ڈالی جیسا کہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں یہ روایت بیان کی ہے۔

سیدنا علیؓ کی طرف کس نے یہ بات منسوب کی ہے اور کون اس روایت کے پیچھے ہے، یہ بات واضح ہو چکی ہے۔ حاکم نے اپنی کتاب ''**المستدرک علی الصحیحین** (2/336 رقم:3199) میں اپنی سند سے علیؓ سے نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

دعانا رجل من الأنصار قبل تحريم الخمر، فحضرت صلاة المغرب فتقدم رجل فقرأ: ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ فالتبس عليه فنزلت: ﴿لا تقربوا الصلوة وأنتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون﴾

''شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے ایک دن ایک انصاری نے ہمیں دعوت دے کر بلایا، جب نماز مغرب کا وقت ہوا تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ اس نے نماز میں سورۃ الکافرون کی تلاوت کی اور اسے التباس ہو گیا یعنی آیات الٹ پلٹ گئیں۔ اس پر اللہ نے قرآن کی آیت: ''نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ تا کہ جو

کچھ تم نماز میں پڑھتے ہو، اس کا علم وادراک رہے''۔

امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد جو کچھ امام حاکم نے لکھا ہے، وہی ہماری بات کی دلیل ہے۔ امام حاکم لکھتے ہیں:

وفی هذا الحديث فائدة كثيرة وهی ان الخوارج تنسب هذا السكر وهذه القراءة إلى أمير المؤمنين علی بن ابی طالب دون غيره وقد برأه الله منها فانه راوی هذا الحديث .

''اس حدیث میں کئی ایک فائدے مضمر ہیں۔ خوارج اس نشہ اور قراءت میں تحریف کی نسبت سیدنا علیؓ کی طرف کرتے ہیں کسی اور کی طرف نہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قسم کی برائی اور گناہ سے پاک کیا ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ وہ خود اس روایت کے راوی ہیں''۔

امام ذہبی نے اپنی تلخیص مستدرک میں اس روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔

اس تہمت سے سیدنا علیؓ کے پاک ہونے کی دوسری شہادت جو زیر بحث مسئلہ پر واضح طور پر روشنی ڈالتی ہے، یہ ہے کہ ابن العربی مالکی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حالت نشہ میں نماز پڑھانے والے عمرو بن عاص تھے، چنانچہ وہ اپنی کتاب ''احکام القرآن (2/368) میں آیت: ﴿**لا تقربوا الصلوة وأنتم سكارى**﴾ کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں:

روى عبدالرحمن بن مهدی عن سفيان عن عطاء بن السائب عن أبی عبدالرحمن السلمی عن عمرو أنه صلى بعبدالرحمن بن عوف ورجل آخر فقرأ: ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ فخلط فيها، وكانوا يشربون من الخمر، فنزلت: ﴿لا تقربوا الصلوة وأنتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون﴾

عبدالرحمٰن بن مہدی نے سفیان سے،انھوں نے عطاء بن السائب سے،انھوں نے ابوعبدالرحمٰن السلمیسے اور وہ نقل کرتے ہیں عمرو سے،عمرو بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عبدالرحمٰن بن عوف اور ایک دوسرے شخص کی نماز میں امامت کرائی ،نماز میں سورۃ الکافرون کی قراءت کرتے ہوئے اس کوغلط پڑھ دیا۔یہ بات اس وقت کی ہے جب لوگ شراب پیا کرتے تھے۔اس پرقرآن کی آیت:﴿**لا تقربوا الصلوۃ وأنتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون**﴾ نازل ہوئی۔

عمروبن عاص کا اپنا بیان

عبدالرحمٰن بن عوف نے ہمارے لیے کھانا تیار کرایا،ہمیں کھانے پر بلایا اور کھانے کے بعد شراب بھی پلائی ۔شراب سے ہم پر نشہ چھا گیا ۔اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا ۔لوگوں نے مجھے امامت کے لیے آگے کردیا ،میں نے سورہ الکافرون کی قراءت اس طرح کی:**لا أعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون .**

آگےعمرو بن عاص کہتے ہیں کہ اسی واقعہ کے بعدقرآن کی یہ آیت:﴿**لا تقربوا الصلوۃ وأنتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون**﴾ نازل ہوئی۔اس حدیث کی تخریج ترمذی نے کی ہےاوراس کوصحیح کہا ہے۔

یہ واقعہ اس سے کہیں زیادہ واضح طور پر دوسری روایات میں بیان کیا گیا ہےلیکن ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ ان کو یہاں نقل کریں۔یہ ایک صحیح روایت ہے ،عادل راویوں نے شروع سے آخر تک ایک دوسرے سے روایت نقل کی ہے۔(ابن العربی کی بات مکمل ہوئی)

ایک اشکال اوراس کا جواب

بعض حضرات نے اس واقعہ پر یہ اشکال ظاہر کیا ہے کہ شراب کی حرمت کا حکم تو سنہ دو ہجری کو نازل ہوا ہےاورعمرو بن عاص نے صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا ہے، پھر یہ

واقعہ کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ شراب کی حرمت کا حکم سنہ دو ہجری میں نازل ہوا ہے۔ حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' (10/31) میں لکھتے ہیں:

وقد بينت في تفسير المائدة الوقت الذي نزلت فيه الآية المذكورة وأنه كان في عام الفتح قبل الفتح، ثم رأيت الدمياطي في سيرته جزم بأن تحريم الخمر كان سنة الحديبية، والحديبية كانت سنة ست.

وذكر ابن إسحاق أنه كان في واقعة بني النضير، وهي بعد وقعة أحد وذلك سنة أربع على الراجح، وفيه نظر لأن أنسا كما سيأتي في الباب الذي بعده كان الساقي يوم حرمت، وأنه لما سمع المنادي بتحريمها بادر فأراقها، فلو كان ذلك سنة أربع لكان أنس يصغر عن ذلك.

''سورہ مائدہ کی تفسیر میں میں نے اس وقت کی تعیین وضاحت سے کی ہے جب مذکورہ آیت (یعنی شراب کو حرام کرنے والی آیت) نازل ہوئی۔ اور وہ وقت تھا فتح مکہ سے پہلے فتح کے سال کا۔ پھر میں نے دیکھا کہ دمیاطی نے اپنی کتاب سیرت میں پورے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ شراب کی حرمت کا حکم حدیبیہ کے سال میں نازل ہوا تھا اور صلح حدیبیہ سنہ ۶ ہجری میں ہوئی تھی۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ واقعہ بنو نضیر کے موقع پر یہ حکم نازل ہوا تھا، جو غزوہ احد کے بعد وقوع پذیر ہوا تھا۔ یعنی راجح قول کے مطابق سنہ ۴ ہجری میں۔ لیکن یہ قول محل نظر ہے کیوں کہ سیدنا انس جیسا کہ اگلے باب میں آرہا ہے، اس دن ساقی کا فرض انجام دے رہے تھے جس دن شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تھا اور انھوں نے جب منادی کی آواز سنی تو بعجلت تمام شراب کو انڈیل دیا۔ اب اگر یہ سنہ ۴ ہجری کا واقعہ ہوتا تو اس وقت سیدنا انس کی عمر تو اس کام کے لیے بہت کم تھی''۔

علامہ عینی نے بھی ''عمدۃ القاری'' (166/21) میں یہی بات لکھی ہے۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین کی کتاب ''**دروس وفتاوى الحرم المدني**''

(187/1) میں بھی لکھا ہے:

حرمت الخمر یوم خیبر.

''شراب کے حرام ہونے کا حکم خیبر کے دن نازل ہوا''۔

اور یہ بات تو واضح ہے کہ غزوہ خیبر سنہ ۷رہجری میں ہوا تھا۔

سیدنا علیؓ پر نبی ﷺ کو اذیت دینے کی تہمت

سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر ایک تہمت یہ لگائی جاتی ہے کہ وہ ازواج مطہرات سے ایسا سلوک کرتے تھے جس سے نبی اکرم ﷺ کو اذیت ہوتی تھی۔ اس کی مثال وہ افترا پردازی ہے جو سنن ابی داود کے مصنف کے بیٹے ابوبکر بن ابی داود نے کی ہے۔ وہ سخت قسم کا ناصبی تھا، بعد میں اس نے توبہ کر لی تھی جیسا کہ اس کے ترجمے سے پتا چلتا ہے۔

ابن عدی نے اپنی کتاب ''الکامل فی الضعفاء'' (266/4) میں نقل کیا ہے:

سمعت محمد بن الضحاک بن عمرو بن أبی عاصم النبیل یقول أشهد علی محمد بن یحیی بن مندة بین یدی الله أنه قال لی أشهد علی أبی بکر بن أبی داود بین یدی الله أنه قال لی روی الزهری عن عروة قال کانت قد حفیت أظافیر علی من کثرة ما کان یتسلق علی أزواج رسول الله صلی الله علیه وسلم.

''میں نے محمد بن ضحاک بن عمرو بن ابی عاصم نبیل کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں اللہ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن یحی بن مندہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں اللہ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن یحی بن مندہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوبکر بن ابی داود نے مجھ سے بیان کیا کہ امام زہری نے عروہ سے روایت بیان کی ہے، عروہ کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات پر بہ کثرت طعنہ زنی اور ان کے خلاف زبان درازی کرنے کی وجہ سے سیدنا علیؓ کے ناخن گھس گئے تھے''۔

نبی اکرم ﷺ کو دھوکے سے مارڈالنے کی تہمت

سیدنا علیؓ پر ایک تہمت یہ بھی لگائی جاتی ہے کہ وہ نعوذ باللہ دھوکے سے نبی اکرم ﷺ کی جان لینا چاہتے تھے۔ جیسا کہ مشہور ناصبی حریز بن عثمان (اللہ اس کے ساتھ اپنے عدل کے مطابق معاملہ فرمائے) نے افترا پردازی کی ہے۔ حافظ ابن حجر اپنی کتاب ''تہذیب التہذیب'' (209/2) میں لکھتے ہیں:

وحكى الأزدي في الضعفاء، أن حريز بن عثمان روى أن النبي ﷺ لما أراد أن يركب بغلته جاء علي بن أبي طالب فحل حزام البغلة، ليقع النبي ﷺ. قال الأزدي: من كانت هذه حاله لا يروى عنه. قلت: لعله سمع هذه القصة أيضاً من الوليد.

''ازدی نے ''الضعفاء'' میں لکھا ہے کہ حریز بن عثمان نے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب اپنے خچر پر سوار ہونے کا ارادہ کیا تو اس سے پہلے سیدنا علی بن ابی طالب نے پاس آ کر خچر کی زین کھول دی تا کہ نبی اکرم ﷺ زمین پر گر جائیں۔ ازدی کہتے ہیں کہ جو شخص اس قسم کی روایت بیان کرتا ہو، اس سے حدیث نہیں لی جا سکتی۔ میں کہتا ہوں کہ شاید یہ قصہ اس نے ولید سے سنا ہو''۔

اگر ہم نے رسول اکرم ﷺ کے بھائی، زہراء بتول کے شوہر اور رسول اللہ ﷺ کے دونوں نواسوں کے والد محترم پر ناصبیوں اور خوارج کی طرف سے لگائے جانے والے ان الزامات اور تہمتوں کو ایک ایک کر کے گنانے لگے تو بات کافی طویل ہو جائے گی۔ اس لیے یہاں صرف اتنے پر اکتفا کرتے ہیں، میرے ماں باپ اور میری جان اس ذات شریف پر قربان جو اللہ، اس کے رسول اور تمام اہل ایمان کی طرف سے ان الزامات اور اتہامات سے بری اور پاک وصاف ہیں۔

ان ناصبیوں اور خوارج نے سیدنا علی سلام اللہ علیہ پر اس نوعیت کی تہمتیں اور

الزامات لگانے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان پر لعنت بھیجتے رہے اور ان کو گالیاں دیتے رہے اور وہ بھی روئے زمین کی سب سے مقدس جگہوں یعنی مساجد میں اور سب سے مقدس دنوں یعنی جمعہ کے دن ،اور یہ معاملہ کسی ایک شہر تک محدود نہ رہ کر تمام شہروں تک اس کا سلسلہ دراز کیا گیا اور ہر جگہ اس کی تشہیر کی گئی ۔کوئی ایسا شخص جو اس سلسلے میں کوئی علم نہیں رکھتا، میری اس بات کو مبالغہ پر محمول نہ کرے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے ۔آل رسول پر سب وشتم کا سلسلہ کس قدر دراز تھا، اس کے سمجھنے کے لیے یاقوت حموی کا یہ بیان غور سے پڑھیں ،وہ اپنی کتاب ''معجم البلدان'' (191/3) میں ''سجستان'' کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

قال الرهني: وأجل من هذا كله أنه لعن علي بن أبي طالب، رضي الله عنه، على منابر الشرق والغرب ولم يلعن على منبرها إلا مرة، وامتنعوا على بني أمية ، وأي شرف أعظم من امتناعهم من لعن أخي رسول الله، صلى الله عليه وسلم، على منبرهم وهو يلعن على منابر الحرمين مكة والمدينة ؟

وحملوا الناس على ذلك،وابتلي المؤ منون بلاء شديداً، ومن يمتنع عن ذلك فثمة ألوان وأصناف من العقوبات تنتظره ،وقد تجتمع عليه كلها،واستمر الأمر وامتد عشرات السنين.

''رہنی کہتے ہیں کہ اور ان سب سے زیادہ بڑی بات یہ ہے کہ جس وقت مشرق ومغرب میں موجود تمام مساجد کے منبروں سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالیاں دی جارہی تھیں ، یہاں صرف ایک مرتبہ منبر سے گالی دی گئی ،اس کے بعد اہل شہر نے بنوامیہ کے حکم کے خلاف فیصلہ لیا ۔بھلا اس سے بڑا شرف اہل شہر کے لیے اور کیا ہوسکتا ہے کہ جس زمانے میں حرمین شریفین مکہ اور مدینہ کے منبروں سے رسول اللہ ﷺ کے بھائی کو سب وشتم کیا جارہا تھا، اہل سجستان نے ایسا کرنے سے منع کردیا۔

بنوامیہ نے اس فعل شنیع پر لوگوں کو ابھارا۔اس وقت اہل ایمان سخت آزمائش سے دو

چار ہوئے ،اگر کوئی ان کے اس حکم کی تعمیل نہ کرتا تو طرح طرح کی سزائیں اس کی منتظر ہوتی تھیں ۔تمام شہروں کے لوگ اس حکم کو ماننے پر مجبور تھے اور ایسا کرنے پر انھیں متفق ہونا پڑا تھا اور یہ ناپاک سلسلہ دسیوں سال تک چلتا رہا''۔

بنوامیہ نے جب دیکھا کہ وہ اہل بیت کی قدر ومنزلت اور اہل ایمان کے دلوں میں ان کی شدید محبت کی وجہ سے اپنی کسی تدبیر میں کامیاب نہیں ہو رہے ہیں تو انھوں نے دوسرے کئی ایک حربے مزید آزمائے جن کی وجہ سے اہل ایمان کی آزمائشوں میں اضافہ ہوا۔

سیدنا علیؓ کے فضائل کو مٹانے اور اس میں تحریف کرنے کی کوشش

سیدنا علیؓ کے فضائل کو مٹانے کی کئی طرح کی کوششیں کی گئیں،اسی طرح ان کے مناقب کو پوشیدہ رکھنے کے مختلف حربے استعمال کیے گئے ۔اس کے لیے جو جو صورتیں اپنائی گئیں،ان میں چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے:

پہلی صورت:سیدنا علیؓ کے فضائل چھپائے گئے

ایک گروہ جو سیدنا علیؓ پر لعن طعن کرنے میں سرگرم رہا اور عام لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتا رہا،اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان کے فضائل سے متعلق احادیث کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔انھوں نے نہ صرف ان فضائل کو پوشیدہ رکھا بلکہ حتی المقدور ان کی اشاعت کی راہ میں روڑے اٹکاتا رہا۔بنوامیہ اور بعض دوسرے لوگوں نے اس سلسلے میں کیا کچھ کیا ہے،اس کی بعض مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

پہلی مثال:

امام حاکم اپنی کتاب ''مستدرک'' (122/3،رقم الحدیث:4591) میں اپنی سند سے ابن شہاب کی روایت نقل کرتے ہیں،انھوں نے بتایا کہ:

قدمت دمشق وأنا أريد الغزو ، فأتيت عبد الملك لأسلم عليه ، فوجدته في قبة على فرش بقرب القائم ، وتحته سماطان ، فسلمت ، ثم

جلست ، فقال لی:یا ابن شهاب ، أتعلم ما کان فی بیت المقدس صباح قتل علی بن أبی طالب ؟

فقلت:نعم ، فقال:هلم ، فقمت من وراء الناس حتی أتیت خلف القبة ، فحول إلی وجهه ، فأحنا علی فقال:ما کان ؟

فقلت:لم یرفع حجر من بیت المقدس إلا وجد تحته دم ، فقال:لم یبق أحد یعلم هذا غیری وغیرک لا یسمعن منک أحد ، فما حدثت به حتی توفی.

''میں دمشق آیا، میرا ارادہ جہاد پر جانے کا تھا۔ میں عبدالملک کے پاس پہنچا تا کہ اسے سلام کرسکوں۔ میں نے دیکھا کہ وہ امام مہدی منتظر کے مقام کے قریب ایک چھوٹے سے خیمہ میں فرش پر بیٹھا ہے اور اس کے نیچے اون کے دو گدے بچھے ہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا: ابن شہاب! کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس صبح کو بیت المقدس میں کیا ہوا تھا جس میں سیدنا علی بن ابی طالب کو قتل کیا گیا تھا؟

میں نے جواب دیا: ہاں، مجھے معلوم ہے۔ اس نے مجھے اشارہ کیا۔ میں بھیڑ کے پیچھے سے نکلا اور خیمہ کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ عبدالملک نے اپنا چہرہ گھمایا اور میرے منہ کے قریب آ کر مجھ سے پوچھا: بتاؤ کیا ہوا تھا؟

میں نے کہا: اس دن حالت یہ تھی کہ بیت المقدس کے جس پتھر کو بھی اٹھایا جاتا، اس کے نیچے خون نکلتا تھا۔

عبدالملک نے کہا: دیکھو یہ بات یہاں میرے اور تمھارے علاوہ کوئی تیسرا نہیں جانتا، خیال رکھنا کہ یہ بات تم سے کوئی اور نہ سن سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس کے بعد اپنی وفات تک ابن شہاب نے اس بات کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا''۔

دوسری مثال:

بنوامیہ نے سیدنا امام علی بن ابی طالب علیہ السلام والرضوان کا اسم گرامی خلفائے راشدین کی فہرست سے خارج کردیا چنانچہ ابوداود نے اپنی سنن (342/4، رقم الحدیث: 4648) میں اپنی سند سے سعید بن جمہان کی روایت نقل کی ہے، وہ سفینہ سے روایت کرتے ہیں، سفینہ نے بیان کیا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خلافۃ النبوۃ ثلاثون سنۃ، ثم یؤتی اللہ الملک او ملکہ من یشاء.

قال سعید: قال لی سفینۃ: امسک علیک ابا بکر سنتین، وعمر عشرا، وعثمان اثنتی عشرۃ وعلی کذا.

قال سعید: قلت لسفینۃ: إن ھؤلاء یزعمون ان علیا علیہ السلام لم یکن بخلیفۃ!

قال: کذبت استاہ بنی الزرقاء، یعنی بنی مروان.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت علی منہاج النبوۃ (نبوت کی خلافت) تیس سال رہے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ سلطنت یا اپنی سلطنت جسے چاہے گا دے گا۔

سعید کہتے ہیں: سفینہ نے مجھ سے کہا: اب تم شمار کرلو: ابوبکر رضی اللہ عنہ دو سال، عمر رضی اللہ عنہ دس سال، عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال، اور علی رضی اللہ عنہ اتنے سال۔

سعید کہتے ہیں: میں نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ لوگ (مروانی) کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے۔

انہوں نے کہا: بنی زرقاء یعنی بنی مروان کے چوتڑ جھوٹ بولتے ہیں''۔

یہ روایت امام ترمذی نے بھی اسی طرح اپنی سنن (503/4، رقم الحدیث: 2226) میں نقل کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔

علامہ البانی نے سنن ابوداود کی روایت کے اس حصے کو حسن کہا ہے جو محل استشہاد ہے، اسی طرح انھوں نے سنن ترمذی کی محولہ بالا حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ایک زمانے تک یہی صورت حال باقی رہی، اسی کا چاروں طرف چرچا رہا، نسلوں کی تربیت اسی ماحول میں ہوتی رہی، علم کے مدعی بھی یہی بات کہتے رہے اور عام لوگوں کو اسی بات کی دعوت دیتے رہے۔

پھر تاریخ میں وہ وقت بھی آیا جب امام احمد بن حنبل (متوفی: ۲۴۱ھ) نے اپنے دور میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ راشد قرار دیا جب کہ اس سے پہلے بنوامیہ نے ان کا اسم گرامی ہی خلفاء راشدین کی فہرست سے حذف کر رکھا تھا۔

ابویعلی حنبلی نے اپنی کتاب ''طبقات الحنابلۃ'' (158/1) میں وریزہ بن محمد حمصی کے ترجمہ میں اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ وریزہ نے بیان کیا:

دخلت عَلِيّ أبي عَبْد اللَّه أَحْمَد بن حنبل حين أظهر التربيع بعلي رَضِيَ اللَّهُ عنه فقلت: له يا أبا عبد اللَّه إن هذا لطعن عَلَى طلحة والزبير فقال: بئسما ما قلت: وما نحن وحرب القوم وذكرها.

فقلت: أصلحك اللَّه إنما ذكرناها حين ربعت بعلي وأوجبت له الخلافة وما يجب للأئمة قبله فقال: لي وما يمنعني من ذلك قَالَ: قلت: حديث ابْن عُمَرَ.

فقال: لي عُمَر خير من ابنه قد رضي عليا للخلافة عَلَى المسلمين وأدخله فِي الشورى وعلي بْن أبي طالب رَضِيَ اللَّهُ عنه قد سمى نفسه أمير المؤمنين فأقول أنا ليس للمؤمنين بأمير فانصرفت عنه.

''جب ابوعبداللہ احمد بن حنبل نے سیدنا علیؓ کو چوتھا خلیفہ قرار دیا تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے ابوعبداللہ! یہ تو ایک طرح سے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما پر طعنہ زنی ہوگی۔ انھوں نے جواب دیا: بہت بری بات ہے جو تمھاری زبان سے نکلی

ہے۔ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم صحابہ کی جماعت کے باہمی جنگوں کا تذکرہ کریں۔

میں نے کہا: اللہ آپ کو خوش رکھے، ہم نے یہ بات اس وقت کہی ہے جب آپ نے سیدنا علیؓ کو چوتھا خلیفہ راشد بتایا ہے، ان کے لیے خلافت کو واجب قرار دیا ہے اور ان کے تعلق سے بھی وہی حقوق بیان کیے ہیں جو ان سے پہلے خلفاء کے ہیں۔انھوں نے مجھ سے پوچھا: ایسا کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ میں نے عرض کیا: ابن عمر کی حدیث۔

انھوں نے جواب دیا: سیدنا عمرؓ اپنے بیٹے سے افضل تھے، وہ علیؓ کے مسلمانوں کے لیے خلیفہ بننے پر راضی تھے تبھی تو مجلس شوری کا ایک رکن انھیں بھی بنایا تھا۔خود علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خود کو امیرالمومنین کہا ہے۔ایسی صورت میں کیا میں یہ کہوں کہ مومنوں کا کوئی امیر نہیں تھا۔امام احمد کا یہ جواب سن کر میں واپس آ گیا''۔

تیسری مثال:

خطیب بغدادی اپنی کتاب ''تاریخ بغداد''(442/8، رقم:4551) میں روایت نقل کرتے ہیں:

أخبرنا الحسين بن عمر بن برهان الغزال حدثنا محمد بن الحسن النقاش -املاء -أخبرنا المطين حدثنا نصر بن عبد الرحمن حدثنا زيد بن الحسن عن معروف عن أبى الطفيل عن حذيفة بن أسيد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

يا أيها الناس إنى فرط لكم، وأنتم واردون على الحوض، وإنى سائلكم حين تردون على عن الثقلين، فانظروا كيف تخلفونى فيهما: الثقل الأكبر كتاب الله، سبب طرفه بيد الله، وطرفه بأيديكم فاستمسكوا به، ولا تضلوا ولا تبدلوا.

''ہمیں خبر دی حسین بن عمر بن برہان غزال نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا محمد

بن حسن نقاش نے املاء کے طور پر، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی مطین نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا نصر بن عبدالرحمٰن نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا زید بن حسن نے، وہ روایت کرتے ہیں معروف سے، وہ روایت کرتے ہیں ابوطفیل سے، وہ روایت کرتے ہیں حذیفہ بن اسید سے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں حوض کوثر پر تم سے پہلے پہنچ چکا ہوں گا، اس کے بعد تم سب حوض کوثر پر آؤ گے، جس وقت تم میرے پاس پہنچو گے تو میں تم سے دو بھاری چیزوں کے بارے میں سوال کروں گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان دونوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو۔ ان دونوں میں سب سے بڑی چیز اللہ کی کتاب ہے، جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمھارے ہاتھ میں ہے، لہٰذا اس کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو، دیکھو راہ راست سے بھٹکنا نہیں اور نہ اس میں کوئی پھیر بدل کرنا''۔

اس روایت سے کسی راوی نے دوسری بھاری چیز کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ اس کی فضیحت کے لیے یہی کافی ہے کہ روایت میں ثقلین (دو بھاری چیزوں) کا لفظ موجود ہے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی کہ تم ان دونوں کے بارے میں کیا رویہ اپناتے ہو۔ (**کیف تخلفونی فیھما**) تثنیہ کے ساتھ موجود ہے۔

میری یہ بات مزید واضح ہو جائے گی جب آپ اس حدیث کو مکمل صورت میں امام طبرانی کی ''معجم کبیر'' (180/3، رقم الحدیث: 3052) میں دیکھیں۔ امام طبرانی لکھتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمی و زکریا بن یحیی الساجی قالا ثنا نصر بن عبد الرحمن الوشاء

ح وحدثنا أحمد بن القاسم بن مساور الجوهری ثنا سعید بن سلیمان الواسطی قالا ثنا زید بن الحسن الأنماطی ثنا معروف بن خربوذ عن أبی الطفیل عن حذیفة بن أسید الغفاری قال لما صدر رسول الله صلی الله علیه وسلم من حجة الوداع.........

(وذكر فيهاالزيادة المحذوفة بلفظ):وعترتی أهل بيتی فإنه نبأنی اللطيف الخبير أنهما لن ينقضيا حتى يردا علی الحوض.

''حذیفہ بن اسید غفاری بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس لوٹے۔۔۔۔۔۔۔۔(اس کے بعد محذوف حصہ وہ اس طرح بیان کرتے ہیں) اور دوسری بھاری چیز میری عترت یعنی میرے اہل بیت ہیں، مجھے لطیف وخبیر ذات نے خبر دی ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

چوتھی مثال:

ابن جریر طبری اپنی تفسیر (479/6) میں روایت نقل کرتے ہیں:

حدثنا ابن حميد،قال:حدثنا جرير قال فقلت للمغيرة:ان الناس يروون فی حديث أهل نجران أن علياً كان معهم! فقال:أما الشعبی فلم يذكره،فلا أدری لسوء رأی بنی أمية فی علی،أو لم يكن فی الحديث.

''جریر بیان کرتے ہیں کہ میں نے مغیرہ سے پوچھا کہ لوگ اہل نجران سے متعلق حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علیؓ ان کے ساتھ تھے لیکن شعبی نے اپنی روایت میں ان کا ذکر نہیں کیا۔اب مجھے نہیں معلوم کہ شعبی نے اس وجہ سے سیدنا علیؓ کا ذکر نہیں کیا کہ بنوامیہ سیدنا علیؓ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے یا واقعی حدیث میں ان کا ذکر نہیں تھا''۔

جب کہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ بڑی تعداد میں ایسی روایات موجود ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ قرآن کی آیت مباہلہ نبی ﷺ، علی، فاطمہ، حسن اور حسین صلوات اللہ علیہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

پانچویں مثال:

امام ہیثمی اپنی کتاب ''مجمع الزوائد ومنبع الفوائد'' (77/7، رقم الحدیث:10970) میں

نقل کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال: قال النبی ﷺ: أشقی الناس ثلاثة: عاقر ناقة ثمود، وابن آدم الذی قتل أخاہ ما سفک علی الأرض من دم الا لحقه منه، لأنه أول من سن القتل.

''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ بد بخت انسان تین ہیں: ایک وہ جس نے قوم ثمود کی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دی تھیں، دوسرا آدم علیہ السلام کا وہ بیٹا جس نے اپنے ہی بھائی کا خون کر دیا تھا۔ روئے زمین پر جو بھی خون بہایا جاتا ہے، اس کے گناہ کا ایک حصہ اس کے سر جاتا ہے کیوں کہ سب سے پہلے اسی نے قتل ناحق کی روایت قائم کی تھی''۔

میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں تیسرے بد بخت انسان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ تیسرا شخص سیدنا علیؓ کا قاتل ہے۔ روایت میں یہ حصہ اس وجہ سے ساقط کر دیا گیا کہ اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت نکلتی تھی اور اس زمانے میں سیدنا علیؓ کے فضائل سے متعلق روایات چھپانا ایک عام سی بات ہوگئی تھی۔ واللہ اعلم۔

دوسری صورت: سیدنا علیؓ کے فضائل چرائے گئے

پہلی مثال

مصنف عبدالرزاق (5/343، رقم الحدیث: 9722) میں ہے:

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ ہم سے معمر نے بتایا کہ میں امام زہری سے پوچھا کہ صلح حدیبیہ کے دن صلح کی دستاویز کون لکھ رہا تھا؟ یہ سن کر وہ ہنس پڑے اور فرمایا:

ھو علی بن أبی طالب، ولو سألت عنه ھؤلاء قالوا: عثمان یعنی بنی أمیة.

''وہ علی بن ابی طالب تھے اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو گے تو وہ بتائیں گے کہ وہ عثمانؓ یعنی بنوامیہ کے لوگ تھے''۔

عبدالرزاق ہی کی سند سے اس حدیث کو عبداللہ بن احمد نے فضائل صحابہ (2/591،

رقم الحدیث:1002) میں اپنے والد سے اور انھوں نے معمر سے یہ روایت ذکر کی ہے:

سألت الزهری:من کان کاتب الکتاب یوم الحدیبیة ؟ فضحک وقال:هو علی ، ولو (وفی نسخة:ولقد)سألت هؤلاء قالوا:عثمان یعنی بنی أمیة.

''میں نے امام زہری سے پوچھا: حدیبیہ کے دن دستاویز لکھنے والا کون تھا؟ یہ سن کر وہ مسکرائے اور فرمایا: وہ علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن اگر تم اس بارے میں ان لوگوں سے سوال کروگے تو وہ جواب میں سیدنا عثمان یعنی بنوامیہ کے فرد کا نام لیں گے''۔اس روایت کی سند کے راوی جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، تمام امامان حدیث ہیں، لہذا صحت کے اعتبار سے اس کا اپنا ایک مقام ہے۔

''**ولو سألت هؤلاء قالوا**'' (اگر تم اس بارے میں ان لوگوں سے سوال کروگے) سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بنوامیہ کو سیدنا ابوالحسن مرتضی علیہ السلام کے فضائل چرانے کی عام عادت ہے ۔میرا ارادہ ہے کہ آگے کے مباحث میں سرقے کی ان کوششوں کی مثالیں درج کروں گا۔

فضائل علیؑ چرانے کی ایک اور مثال

فضائل علیؑ چرانے کی ایک مثال وہ بھی ہے جسے امام طبرانی نے معجم کبیر() میں اپنی سند سے کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

کنا جلوسا عند رسول اللهﷺ فمر بنا رجل متقنع فقال رسول اللهﷺ:یکون بین الناس فرقة واختلاف فیکون هذا وأصحابه علی الحق. قال کعب:فأدرکته فنظرت إلیه حتی عرفته وکنا نسأل کعباً من الرجل؟ فیأبی أن یخبرنا حتی خرج کعب مع علی إلی الکوفة فلم یزل حتی مات فکان أن عرفنا أن ذلک الرجل علی معه .

''ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس ہوکر ایک صاحب اس طرح گزرے کہ وہ اپنے اوپر بڑا رومال ڈال کر چہرہ چھپائے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک وقت آئے گا جب لوگوں میں فرقہ بندی پھیل جائے گی اور اختلاف رونما ہوجائے گا، اس وقت یہ گزر کر جانے والا شخص اور اس کے ساتھ حق پر ہوں گے۔ کعب کہتے ہیں کہ میں تیزی سے ان کی طرف لپکا اور انھیں دیکھا تو پہچان گیا۔ ہم نے کعب سے اس آدمی کے بارے میں جاننا چاہا تو انھوں نے ہمیں بتانے سے انکار کیا، پھر وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ چلے گئے اور تادم واپسیں وہیں مقیم رہے، پھر ہمیں یہ علم ہوا کہ وہ گزرنے والے صاحب سیدنا علیؓ تھے جن کی صحبت ومعیت کعبؓ نے اختیار کررکھی تھی''۔

جو صاحب سر پر کپڑا ڈالے منہ کو چھپائے ہوئے تھے، ان کے بارے میں نبی ﷺ کی بشارت کہ وہ اور ان کے ساتھی حق پر ہوں گے، اس کے مصداق سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ جہاں تک سوال سیدنا علیؓ کے حق پر ہونے کا ہے تو اس کے شواہد بہت ہیں، اس کی کچھ مثالیں آگے ان شاء اللہ آئیں گی۔

بعض روایات ایسی بھی بیان کی گئی ہیں جن میں یہ بات عثمانؓ کی طرف منسوب کی گئی ہے چنانچہ امام حاکم نے اپنی مستدرک (4/479، رقم الحدیث: 8334) میں اپنی سند سے مرہ نمری سے روایت نقل کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ: يفتح على الأرض فتن كصياصي البقر فمر رجل مقنع فقال: هذا يومئذ على الحق فقمت إليه فأخذت بمجامع ثوبه فقلت: هذا هو يا رسول الله قال: هذا قال: فإذا هو عثمان.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر گائے کی سینگوں کی طرح فتنے پھیل جائیں گے، اتنے میں ایک صاحب وہاں سے اپنے سر پر کپڑا اڈالے ہوئے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: یہ صاحب اس وقت حق پر ہوں

گے۔ یہ سن کر میں ان کی طرف لپکا اور ان کا دامن پکڑ لیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ وہی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہ وہی ہیں اور وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے''۔

یہاں احتمال ہے کہ یہ علیؓ کی فضیلت تھی جو چوری کرکے دوسرے پر چسپاں کردی گئی۔

دوسری مثال:

امام حاکم نے اپنی مستدرک (3/36، رقم الحدیث: 4331) میں اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ عروہ بن زبیر نے فرمایا:

وقتل من كفار قريش يوم الخندق من بنى عامر بن لؤى ثم من بنى مالك بن حسل: عمرو بن عبدود بن نصر بن مالك بن حسل ، قتله على بن أبى طالب علم رضى الله عنه.

''غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل قتل کیا گیا جو کفار قریش کی اک شاخ بنو عامر بن لؤی، پھر بنو مالک بن حسل سے تعلق رکھتا تھا، اسے قتل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا''۔

اس کے بعد امام حاکم لکھتے ہیں:

عمرو بن عبدود کے قتل کے سلسلے میں میں نے مسند احادیث کا جو مجھے پہنچی ہیں، ذکر کیا ہے تاکہ انصاف پسند اہل علم کے سامنے یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ عمرو بن عبدود کا قتل کسی اور نے نہیں کیا تھا اور نہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی دوسرا اس کے قتل میں شامل تھا، اس سلسلے میں اس تفصیل کو قلم بند کرنے کی ضرورت مجھے اس لیے محسوس ہوئی کہ بعض خوارج کا یہ قول مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے بھی اس پر کوئی وار کیا تھا اور اس کے کچھ سامان لوٹے تھے، اللہ کی قسم ہمیں اس طرح کی کوئی بات کسی صحابی اور تابعی

سے نہیں پہنچی ہے۔

تیسری مثال:

یہ بات بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ قرآن کی آیت مباہلہ نبی اکرم ﷺ، سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ یہ روایات تواتر کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں چنانچہ امام حاکم نے اپنی کتاب: ''معرفۃ علوم الحدیث'' (1/96) میں لکھا ہے:

وقد تواترت الأخبار فی التفاسیر عن عبدالله بن عباس وغیره أن رسول الله ﷺ أخذ یوم المباهلة بید علی وحسن وحسین وجعلوا فاطمة وراء هم ، ثم قال:هؤلاء أبناؤنا وأنفسنا ونساؤنا ، فهلموا أنفسكم وأبناء كم ونساء كم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الكاذبین.

''کتب تفاسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہ روایت تواتر کے ساتھ ملتی ہے کہ مباہلہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کا ہاتھ تھامے ہوئے اور اپنے پیچھے سیدہ فاطمہ کو لیے ہوئے باہر نکلے اور فرمایا: یہ ہیں ہمارے بیٹے، ہماری اپنی ذاتیں اور ہماری خواتین، تم بھی اپنے آپ کو، اپنے بیٹوں اور اپنی خواتین کو لے کر باہر نکلو، پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں''۔

لیکن اس متواتر روایت کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ روایت بھی پڑھنے کو ملتی ہے، ابن عساکر نے اپنی تاریخ دمشق (39/177) میں اپنی سند سے ہیثم بن عدی کی روایت ذکر کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

سمعت جعفر بن محمد عن أبیه فی هذه الآیة ، قال تعالی: ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾(آل عمران: ٦١) قال:فجاء بأبی

بکر وولدہ ، وبعمر وولدہ ، وبعثمان وولدہ ، وبعلی وولدہ.

''میں نے جعفر بن محمد سے سنا،انھوں نے اپنے والد سے قرآن کی آیت: ﴿﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ اوران کی اولاد،عمرؓ اوران کی اولاد،عثمانؓ اوران کی اولاد اور علیؓ اوران کی اولاد کو لے کر باہر نکلے''۔

اس روایت کو عام رواج میں لایا گیا حتیٰ کہ اس کو مستند ثابت کرنے کے لیے اس کو گھڑھنے والے نے جعفر بن محمد عن ابیہ کی طرف منسوب کر دیا۔

چوتھی مثال:

متواتر آثار اور روایات مشہور ہیں کہ مرحب کو قتل کرنے والے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔صحیح ترین کتب احادیث میں یہ روایات ملتی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم (3/1433،رقم الحدیث:1807) میں ہے،اس کے باوجود آپ دیکھ سکتے ہیں کہ بعض حضرات نے اس فضیلت کا سرقہ کرنے کی کوشش کی،اسے دوسرے کی طرف منسوب کردیا اور اس پر ایسی سند چسپاں کردی جو بہ ظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے چنانچہ مستدرک حاکم (13/349،رقم الحدیث:5875) میں ہے کہ مرحب کو قتل کرنے والے محمد بن مسلمہ تھے۔

امام حاکم نے اس روایت کے متن کو منکر قرار دیا ہے،اگرچہ اس کی سند صحیح ہے، انھوں نے واضح کیا کہ اس بابت واقعات تواتر سے ملتے ہیں کہ مرحب کو قتل کرنے کا شرف سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے،اس کے بعد امام حاکم لکھتے ہیں:

علی أن الأخبار متواترة بأسانید کثیرة أن قاتل مرحب أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب رضی الله عنه.

''اس سلسلے میں آثار واحادیث متواتر ہیں اور کئی ایک سندوں سے ثابت ہے کہ مرحب کو قتل کرنے والے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے''۔

پانچویں مثال:

ہجری سنہ کی ابتدا اور آغاز کو عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسا کہ عسکری کی ''الاوائل'' (ص:11) وغیرہ میں ہے۔

لیکن جس شخصیت نے اس بات کی طرف اشارہ کیا اور اس کا مشورہ دیا وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ حاکم نے اپنی مستدرک (3/15، رقم الحدیث:4287) میں اپنی سند سے سعید بن مسیّب سے روایت ذکر کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

جمع عمر الناس فسألهم من أی یوم یکتب التاریخ ؟ فقال علی بن أبی طالب: من یوم هاجر رسول الله صلی الله علیه وسلم ، وترک أرض الشرک ، ففعله.

''ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا کہ تاریخ کا آغاز کس دن سے کیا جائے؟ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تاریخ کا آغاز اس دن سے کیا جائے جس دن رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی تھی اور شرک کی زمین کو خیر باد کہا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ان سے اتفاق کیا اور اسی دن کو اسلامی تاریخ کا آغاز قرار دیا''۔

امام حاکم لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ حافظ ذہبی نے اپنی تلخیص مستدرک میں اس پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔

چھٹی مثال:

امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر (1/147، رقم الحدیث:331) میں اپنی سند سے سعد بن وقاص سے حدیث نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

نزلت فی ثلاث آیات من کتاب الله عز وجل ...ونزلت: ﴿یا أیها الذین آمنوا إذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة ...﴾ (المجادلة:۱۲) فقدمت شعیرة ، فقال رسول الله: إنک لزهید. فنزلت

الأخــرى: ﴿ أأشـفـقتـم أن تـقـدمـوا بيـن يـدى نـجـواكـم صـدقـات﴾ (المجادلة:۱۳) الآية كلها.

''اللہ عزوجل کی کتاب کی تین آیات میرے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں۔۔۔۔اسی طرح میرے سلسلے میں قرآن کی یہ آیت:﴿**یا أیها الذین آمنوا إذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة** ...﴾ بھی نازل ہوئی تو میں نے جو صدقہ میں ادا کی ۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو زاہد دنیا ہے، پھر اس کے بعد دوسری آیت: ﴿ **أأشفقتم أن تقدموا بین یدی نجواکم صدقات**﴾ بھی نازل ہوئی''۔

حالانکہ صحیح احادیث کی ایک بڑی تعداد یہ بیان کرتی ہے کہ اس آیت پر سوائے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کسی اور نے عمل نہیں کیا۔اور ان کی وجہ سے ہی امت سے اس تکلیف کا بوجھ ہلکا کیا گیا۔سعد بن ابی وقاص خود اپنے لیے اس کا دعوی کیوں کر کر سکتے ہیں جب کہ وہ خود اس حدیث کے ایک راوی ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ یہ آیت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔جیسا کہ آگے یہ بحث آرہی ہے۔

ساتویں مثال: کعبے میں ولادت کی بات۔

مصعب بن عبداللہ نے کعبے میں ولادت کی بات حکیم بن حزام کی طرف منسوب کی ہے اور دوسروں سے اس کی نفی کی ہے جب کہ جیسا کہ امام حاکم نے ذکر کیا ہے کہ بہ سند تواتر یہ بات ثابت ہے کہ کعبے میں ولادت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ہوئی تھی۔

امام حاکم اپنی مستدرک (3/550، رقم الحدیث:6044) میں مصعب بن عبداللہ کی بات کہ حکیم بن حزام کعبے میں پیدا ہوئے تھے اور یہ کہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد کوئی اس میں پیدا ہونے کا شرف حاصل کرسکا، لکھتے ہیں:

و هـم مـصـعـب فـی الحرف الأخیر ، فقد تواترت الأخبار أن فاطمة بـنـت أسـد ولـدت أمیـر الـمـؤمنین علی بن أبی طالب کرم الله وجهه فی

جوف الكعبة.

''حدیث کے آخری الفاظ میں مصعب کو وہم ہو گیا ہے کیوں کہ متواتر احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے کعبہ کے بیچوں بیچ امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جنم دیا''۔

آٹھویں مثال، زہراء بتول علیہا السلام والرضوان سے متعلق

امام بیہقی نے اپنی کتاب ''دلائل النبوة'' (3/167، رقم الحدیث:1018) میں وہ روایت ذکر کی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بیٹی زینب نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔اسی روایت میں یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

هی أفضل بناتي،أصيبت في.

''وہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے جس نے میری خاطر مشقتیں برداشت کیں''۔

جب یہ حدیث امام علی بن حسین زین العابدین تک پہنچی تو وہ عروہ کے پاس پہنچے اور فرمایا:

ما حديث بلغني عنک أنک تحدثه تنتقص فيه فاطمة ؟ فقال عروة : والله ما أحب أن لي ما بين المشرق والمغرب وإني أنتقص فاطمة حقا هو لها، وأما بعد فلک أن لا أحدثه أبدا.

''یہ کیا حدیث ہے جو مجھے معلوم ہوئی ہے کہ تم بیان کرتے ہو جس میں تم سیدہ فاطمہ کی تنقیص کرتے ہو؟ عروہ نے جواب دیا: مجھے مشرق ومغرب کے خزانے ملیں پھر بھی میں سیدہ فاطمہ کی تنقیص کرنے کی جراءت کیسے کرسکتا ہوں،ان کا اپنا مقام ومرتبہ مقرر ہے، رہی یہ حدیث تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب اسے کبھی بیان نہیں کروں گا''۔

اس روایت کوامام حاکم نے مستدرک (4/46، رقم الحدیث:6836) میں ذکر کر کے لکھا ہے کہ وہ صحیح ہے، شیخین کی شرطوں کے مطابق ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

اس روایت کا ذکر ہیثمی نے بھی اپنی کتاب مجمع الزوائد (9/341) میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس روایت کی تخریج امام بزار نے کی ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

حافظ ابن حجر اپنی کتاب فتح الباری (7/109) میں لکھتے ہیں:

وقد اخرج الطحاوی والحاکم بسند جید عن عائشة أن النبی ﷺ قال فی حق زینب ابنته لما أوذیت عند خروجها من مکة:"هی أفضل بناتی أصیبت فی".

''امام طحاوی اور امام حاکم نے بہ سند جید سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کے سلسلے میں فرمایا جب مکہ سے ہجرت کے وقت ان کو اذیت پہنچائی گئی:''وہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے جس نے میری خاطر مشقتیں برداشت کیں''۔

ہمارے بیان پر روشنی مناوی کے اس قول سے پڑتی ہے جو انھوں نے اپنی کتاب ''اتحاف السائل'' (ص:۱۱) میں اس طرح ذکر کیا ہے:

علی أن البزار روی عن عائشة أنها قالت:إن رسول الله ﷺ قال لفاطمة:هی خیر بناتی إنها أصیبت بی.

''امام بزار نے نقل کیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:''وہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے جس نے میری خاطر مشقتیں برداشت کیں''۔

تیسری صورت: فضائل کا معارضہ اور اس کی مخالفت

اس کی کئی ایک مثالیں ہیں:

پہلی مثال: حدیث: ''أنا مدينة العلم وعلی بابها'' کی مخالفت

بعض حضرات نے حدیث: ''أنا مدينة العلم وعلی بابها '' کی مخالفت کرنے کی کوشش کی اور عملاً مخالفت بھی کی جیسا کہ امام سیوطی نے اپنی کتاب ''اللآلی المصنوعة'' (1/308) میں نقل کیا ہے:

ابن عساکر اپنی سند سے ذکر کرتے ہیں کہ ابوالفرج اسفرائینی بیان کرتے ہیں کہ ابوسعد اسماعیل بن مثنی استرابازی دمشق میں وعظ فرمارہے تھے۔ ایک شخص دوران وعظ کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا:

أيها الشيخ ما تقول فی قول النبی: أنا مدينة العلم وعلی بابها ؟ قال : فأطرق لحظة ثم رفع رأسه وقال: نعم لا يعرف هذا الحديث علی التام إلا من كان صدرة فی الإسلام ، إنما قال النبی: أنا مدينة العلم ، وأبوبكر أساسها، وعمر حيطانها، وعثمان سقفها، وعلی بابها.

''شیخ! آپ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد: ''أنا مدينة العلم وعلی بابها ''(میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ یہ سن کر تھوڑی دیر کے لیے انھوں نے اپنا سر نیچے جھکا لیا، پھر سر اٹھا کر بولے: یہ پوری حدیث صرف وہی لوگ جانتے ہیں جو ابتدائی دور میں اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا تھا: میں شہر علم ہوں، ابوبکر اس کی بنیاد ہیں، عمر اس کی چہار دیواری ہیں، عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں''۔

شیخ کی بیان کردہ اس حدیث پر حاضرین جھومنے لگے اور وہ بار بار اسے دہرا رہے تھے لیکن جب لوگوں نے ان سے اس حدیث کی سند معلوم کی تو اٹھ کر روپوش ہو گئے اور

ان کے سامنے کوئی سند ذکر نہ کر سکے۔

دوسری مثال:

مشہور حدیث: ''الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة '' کی مخالفت اوراس کے مقابلے میں یہ حدیث: ''أبو بكر وعمر سيدا كهول أهل الجنة '' گھڑی گئی جب کہ یہ بات معلوم ہے کہ تمام جنتی جوان ہوں گے، کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔

تیسری مثال: حدیث منزلہ کی مخالفت

بعض حضرات نے متواتر حدیث: ''يا على أنت منى بمنزلة هارون من موسى '' کی مخالفت کی۔ کسی نے اس کے مقابلے میں وہ حدیث وضع کی جسے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (11/384، رقم الحدیث: 6257) میں اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أبو بكر وعمر منى بمنزلة هارون من موسى.

''ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا میری نظر میں وہی مقام ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نظر میں سیدنا ہارون علیہ السلام کا تھا''۔

وہ تو ابن جوزی نے منصفانہ بات کی اور جب انھوں نے اپنی کتاب: ''العلل المتناهية'' (1/199، رقم الحدیث: 312) میں یہ روایت ذکر کی تو لکھا:

هذا حديث لا يصح ، والمتهم به الشاعر ،وقد قال أبو حاتم الرازى : لا يحتج بقزعة بن سويد ، وقال أحمد: هو مضطرب الحديث .

''یہ حدیث صحیح نہیں ہے، شاعر اس حدیث کے ساتھ متہم ہے۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں: قزعہ بن سوید قابل حجت نہیں ہے۔ امام احمد کہتے ہیں: وہ مضطرب الحدیث ہے''۔

چوتھی مثال:

حدیث: ''يا على لا يحبك إلا مؤمن '' کی مخالفت۔ اس حدیث کی مخالفت

اس حدیث سے کی گئی جسے مرفوعاً جابر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

لا يبغض أبا بكر وعمر مؤمن ، ولا يحبهما منافق.

''ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی مومن بغض نہیں رکھ سکتا اور نہ کوئی منافق ان سے محبت کرسکتا ہے''۔ امام ذہبی نے یہ روایت اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء (16/216) میں نقل کی ہے اور اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

معلى ترک ، ومتن الحديث حق، لكنه ما صح مرفوعة .

''اس حدیث کا ایک راوی معلیٰ بن ہلال متروک ہے لیکن متن حدیث برحق ہے البتہ اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے''۔ حافظ ابن حجر نے بھی اپنی کتاب تقریب میں اس پر یہی تبصرہ کیا ہے۔ البتہ تعجب ہے کہ جس حدیث کی سند درست نہیں ہے، اس کے متن کو امام ذہبی نے برحق کیسے کہہ دیا جب کہ وہ خود سیر اعلام النبلاء (8/335) میں حدیث: ''**یا علی لا یحبک إلا مؤمن**'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا حديث حسن عال جدا ، ومثله فمتواتر.

''یہ حدیث حسن ہے، اس کی سند اعلیٰ درجہ کی ہے، اس طرح کی احادیث متواتر کے حکم میں ہوتی ہیں''۔

چوتھی صورت: فضائل پر مشتمل احادیث کے الفاظ میں تحریف کرنا اوران کو ذم میں بدل دینا

بعض کتب تراجم میں منقول ہے کہ کچھ لوگوں نے متواتر حدیث منزلہ: ''**أنت منی بمنزلة هارون من موسى** ''میں تحریف کی اور اس کو اس طرح: ''**أنت منی بمنزلة قارون من موسى**'' روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب ''**تهذيب التهذيب**'' (2/209) میں حریز بن عثمان

کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ وہ اس محرف روایت کو منبر پر ولید بن عبدالملک کے واسطے سے بیان کرتا تھا۔

پانچویں صورت: فضائل پر مشتمل احادیث کے معنی میں تحریف

فضائل سے متعلق احادیث کے ساتھ یہ رویہ صرف یہیں تک نہیں رہا ہے بلکہ اس سے آگے فضائل پر مشتمل احادیث کے معنی ومفہوم میں تحریف کی گئی اور حقیقی معنی سے ان کو الگ کرنے کی کوشش کی گئی۔اس کی نمایاں مثال مشہور حدیث: ''**أنا مدينة العلم وعلى بابها**'' ہے۔

بعض لوگوں نے حدیث میں موجود لفظ علی کو ''العلو'' سے بتانے کی کوشش کی یعنی ان کے بہ قول حدیث کا معنی یہ ہوگا: ''میں علم کا شہر ہوں اور اس شہر کا دروازہ بہت بلند ہے''۔ان کا خیال ہے کہ یہاں اس حدیث میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مراد ہی نہیں ہیں۔

چنانچہ حافظ مناوی اپنی کتاب: ''**التيسير بشرح الجامع الصغير**'' (1/765) میں لکھتے ہیں:

ومن زعم أنه من العلو وهو الارتفاع فقد تمحل لغرضه الفاسد بما لا يجديه.

''اور جس کسی نے یہ خیال کیا ہے کہ حدیث میں موجود لفظ ''علی'' سے سیدنا علی بن ابی طالب نہیں بلکہ ''العلو'' مراد ہے جس کے معنی بلندی کے ہیں،تو اس نے اپنے فاسد مقصد کے لیے ایک جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جب کہ حدیث میں اس مفہوم کی دور دور تک گنجائش نہیں ہے''۔

چھٹی صورت: فضائل پر مشتمل احادیث کی تفسیر نہ کرنا

ابوبکر بن خلال کی کتاب السنہ (1/488، رقم الحدیث: 466) میں ہے:

ابوطالب نے ابوعبداللہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متعلق نبی اکرم ﷺ کے قول: ''**من كنت مولاه فعلي مولاه**'' کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کیا مفہوم ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا:

لا تكلم في هذا ، دع الحديث كما جاء.

''اس بابت کوئی بات نہ کرو، حدیث کو جیسی مروی ہے، اسی حال میں اسے چھوڑ دو''۔

اسی کتاب (467) میں ہے: مثنی نے بیان کیا کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا:

ما تقول في رجل يقول للرجل: أنت مولى النبي ﷺ ، فإيش تقول ؟ قال: دعها .

''اس آدمی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو ایک شخص سے کہتا ہے کہ تم نبی اکرم ﷺ کے مولی ہو، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: چھوڑو اسے جانے دو''۔

اسی کتاب السنہ (1/490، رقم: 468) میں ہے: ابوبکر مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے علی رضی اللہ عنہ سے متعلق نبی اکرم ﷺ کے قول: ''**أنت مني بمنزلة هارون من موسى**'' کے بارے میں پوچھا کہ اس کی کیا تفسیر ہے؟ انھوں نے جواب دیا:

اسكت عن هذا ، لا تسأل عن ذا الخبر ، كما جاء.

''اس حدیث پر خاموشی اختیار کرو، اس کے بارے میں کچھ مت پوچھو، جیسی مروی ہے، اسی طرح رہنے دو''۔

اسی کتاب السنہ (1/491، رقم: 469) میں ہے: احمد بن محمد بن مطر کہتے ہیں کہ ابوطالب نے ابوعبداللہ سے علی رضی اللہ عنہ سے متعلق نبی اکرم ﷺ کے ارشاد: ''**من**

كنت مولاه فعلي مولاه ''کے بارے میں پوچھا کہ اس کی کیا تفسیر ہے؟انھوں نے جواب دیا:

لا تكلم في هذا ، دع الحديث كما جاء.

''اس حدیث پر کوئی بات نہ کرو،اس حدیث کو چھوڑ و، جیسی مروی ہے،اسی طرح رہنے دو''۔

ساتویں صورت:ظن وتخمین کی بنیاد پر فضائل کی احادیث کوضعیف قرار دینا

پہلی مثال:

ابن عدی اپنی کتاب الکامل (2/450) میں اپنی سند سے روایت ذکر کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا:

أن رسول اللـه منه قال في مرضه: ادعوا إلى أخي فدعوا له أبا بكر فأعرض عنه ، ثم قال:ادعوا إلى أخي فدعوا له عمر فأعرض عنه ، ثم قال : ادعوا إلى أخي فدعوا له عثمان فأعرض عنه ، ثم قال: ادعوا إلى أخي فدعى له علي بن أبي طالب فستره بثوب وانكب عليه فلما خرج من عنده قيل له:ما قال ؟ قال: علمني ألف باب يفتح كل باب ألف باب.

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا: میرے لیے میرے بھائی کو بلادو۔ لوگوں نے ابوبکر کو بلالیا لیکن آپ ﷺ نے ان سے اپنا رخ پھیرلیا۔ پھر آپ نے فرمایا: میرے لیے میرے بھائی کو بلادو۔لوگوں نے عمر کو بلالیا لیکن آپ ﷺ نے ان سے اپنا رخ پھیرلیا۔ پھر آپ نے فرمایا: میرے لیے میرے بھائی کو بلادو۔لوگوں نے عثمان کو بلالیا لیکن آپ ﷺ نے ان سے اپنا رخ پھیرلیا۔ پھر آپ نے فرمایا: میرے لیے میرے بھائی کو بلادو۔لوگوں نے علی کو بلالیا آپ ﷺ نے ان کو اپنے کپڑے میں چھپالیا اور ان

پر جھک گئے ۔جب علی وہاں سے باہر نکلے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ سیدنا علیؓ نے جواب دیا: آپ ﷺ نے مجھے ہزار دروازوں کی تعلیم دی ہے،اس کا ہر دروازہ ہزار دروازے کھولتا ہے''۔

اس حدیث کو نقل کر کے ابن عدی لکھتے ہیں:

وهـذا هـو حـديـث مـنكر ، ولعل البلاء فيه من ابن لهيعة ، فإنه شديد الإفراط في التشيع ، وقد تكلم فيه الأئمة ونسبوه إلى الضعف.

''یہ ایک منکر حدیث ہے،اس کی ساری مصیبت ابن لہیعہ ہے۔وہ تشیع میں حد درجہ غلو کرتا تھا،اس کے بارے میں ائمۂ حدیث نے گفتگو کی ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے''۔

لیکن امام ذہبی نے ابن عدی کی گرفت کی ہے اور انھوں نے ابن لہیعہ پر جو تہمت لگائی ہے اور اسے حدیث گھڑنے والا کہا ہے،اس کی تردید بہت اچھی طرح کی ہے۔چنانچہ وہ اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء (8/26) میں عبداللہ بن لہیعہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

فـمـا سـمعنا بهذا عن ابن لهيعة ، بل ولا علمت أنه مفرط في التشيع ولا الرجل متهم بالوضع.

''ابن لہیعہ کے سلسلے میں اس قسم کی بات میں نے نہیں سنی اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ تشیع کے سلسلے میں غلو کرتے تھے اور نہ ابن لہیعہ وضع حدیث سے متہم ہیں''۔

امام ذہبی احتمال اور ظن وتخمین کے طور پر یہ بھی لکھتے ہیں:

بـل لـعـلـه أدخـل عـلـى كـامـل فإنه شيخ محله الصدق ، لعل بعض الرافضة أدخله في كتابه ولم يتفطن هو فالله أعلم.

''بلکہ احتمال اس بات کا ہے کہ شاید کتاب الکامل میں یہ بات داخل کردی گئی ہو کیوں کہ وہ ایک سچے شیخ ہیں،یا شاید بعض روافض نے ابن لہیعہ کو ان کی کتاب میں داخل کردیا ہو اور وہ اسے سمجھ نہ سکے ہوں۔واللہ اعلم''۔

ملاحظہ کیجئے! کس طرح شاید،شاید،شاید کا استعمال کر کے احادیث پر گفتگو کی جارہی

ہے، یہ محض ظن وتخمین ہے اور یہ ظن وتخمین حق کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری باتیں اس وجہ سے ہورہی ہیں کہ کچھ لوگوں کو سیدنا علیؓ کی یہ فضیلت بہت بھاری لگ رہی ہے۔

دوسری مثال:

امام حاکم نے مستدرک (3/138، رقم الحدیث: 4640) میں اپنی سند سے ابوالازہر سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم کو معمر نے خبر دی، وہ زہری سے روایت کرتے ہیں، وہ عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، ابن عباس نے بیان کیا:

نظر النبی ﷺ إلى علی فقال: یا علی أنت سید فی الدنیا سید فی الآخرة حبیبک حبیبی، وحبیبی حبیب الله، وعدوک عدوی وعدوی عدو الله، والویل لمن أبغضک بعدی.

''نبی اکرم ﷺ نے سیدنا علیؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا: علیؓ! تم دنیا کے بھی سردار ہو اور آخرت کے بھی سردار ہو۔ تمھارا حبیب میرا حبیب ہے اور میرا حبیب اللہ کا حبیب ہے۔ اور تمھارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔ تباہی اور ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو میرے بعد تم سے عداوت اور بغض رکھے''۔

امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ابوالازہر کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے اور جب ثقہ راوی کوئی منفرد روایت بیان کرتا ہے تو محدثین کے اصول کے مطابق وہ صحیح ہوتی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے: اس حدیث کی سند کی نظافت، اس کے رجال کی ثقاہت، اس کے مضمون کی صحت اور دوسری احادیث سے اس کے ہم آہنگ ہونے کے باوجود بغیر کسی دلیل کے محض ظن اور احتمالات کی بنیاد پر اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کی کوششیں کی گئیں، ذیل میں ایسی دو کوششوں کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:

پہلی کوشش:

پہلی کوشش ابن معین کے ذریعے کی گئی لیکن بعد میں انھوں نے رجوع کرلیا اور معذرت پیش کردی۔امام حاکم اسی روایت کے بعد جو ابھی میں نے اوپر نقل کی ہے، لکھتے ہیں:

سمعت أبا عبد الله القرشي يقول: سمعت أحمد بن يحيى الحلواني يقول: لما ورد أبو الأزهر من صنعاء وذاكر أهل بغداد بهذا الحديث أنكره يحيى بن معين، فلما كان يوم مجلسه قال في آخر المجلس: أين هذا الكذاب النيسابوري الذي يذكر عن عبد الرزاق هذا الحديث ؟ فقام أبو الأزهر فقال: هو ذا أنا. فضحك يحيى بن معين من قوله ، وقيامه في المجلس ، فقربه وأدناه ، ثم قال له: كيف حدثك عبد الرزاق بهذا ولم يحدث به غيرك ؟ فقال: اعلم يا أبا زكريا أني قدمت صنعاء وعبد الرزاق غائب في قرية له بعيدة ، فخرجت إليه وأنا عليل ، فلما وصلت إليه سألني عن أمر خراسان فحدثته بها ، وكتبت عنه وانصرفت معه إلى صنعاء ، فلما ودعته قال لي: قد وجب على حقك فأنا أحدثك بحديث لم يسمعه مني غيرك فحدثني والله بهذا الحديث لفظة فصدقه يحيى بن معين ، واعتذر إليه.

''میں نے ابوعبداللہ قرشی کو یہ کہتے سنا کہ میں نے احمد بن یحی حلوانی کو یہ بیان کرتے سنا ہے کہ جب ابوالازہر صنعا سے آئے اور بغداد والوں سے اس حدیث کا مذاکرہ کیا تو یحی بن معین نے اس حدیث کا انکار کیا۔جس دن ان کی مجلس منعقد ہوئی تو مجلس کے اختتام پر انھوں نے پوچھا: وہ نیسابوری کذاب کہاں ہے جو عبدالرزاق کے واسطے سے یہ حدیث بیان کرتا ہے؟

یہ سن کر ابوالازہر کھڑے ہوگئے اور فرمایا: جناب میں یہاں حاضر ہوں۔ان کی اس بات پر اور مجلس میں کھڑے ہونے پر یحی بن معین ہنس پڑے، ان کو قریب بلایا اور پاس

بٹھایا پھر پوچھا: یہ حدیث عبدالرزاق نے کس طرح آپ سے بیان کی کہ تمھارے سواا سے کوئی اور بیان ہی نہیں کرتا؟

انھوں نے جواب دیا: اے ابوزکریا! میں صنعا حاضر ہوا، اس وقت عبدالرزاق اپنی بستی میں موجود نہیں تھے، کہیں دور تھے۔ میں بیمار تھا، پھر بھی میں ان کی طرف نکلا، جب میں ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے مجھ سے خراسان کے حالات معلوم کیے، میں نے صورت حال بیان کر دی اور پھر ان سے ان کی مرویات قلم بند کیں، میں ان کے ساتھ ہی صنعا واپس لوٹا، جب میں ان سے رخصت ہونے لگا تو انھوں نے مجھ سے کہا: تمھارا حق مجھ پر واجب ہوگیا ہے، میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جس کو مجھ سے تمھارے علاوہ کسی نے نہیں سنا ہے۔ پھر انھوں نے یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ مجھ سے بیان کی۔ ابوالازہر کی یہ بات سن کر یحی بن معین نے ان کی تصدیق کی اور اپنے پہلے تبصرے کے لیے معذرت ظاہر کی''۔

دوسری کوشش:

اس حدیث کوضعیف قرار دینے کی دوسری کوشش ابوحامد بن شرقی نے کی۔ چنانچہ سیر اعلام النبلاء میں عبدالرزاق بن ہمام کے ترجمہ میں امام ذہبی نے ابوحامد بن شرقی کا قول اس حدیث کے بارے میں نقل کیا ہے لیکن وہ اس کے قول کی تردید کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ابوحامد بن شرقی اس حدیث کے بارے میں کہتا ہے:

هـذا بـاطـل، والسبـب فيـه أن مـعـمراً كان له ابن أخ رافضي ، وكان مـعـمر يمكنه من كتبه ، فأدخل عليه هذا الحديث ، وكان معمر مهيبة ، لا يقدر أحد على مراجعته ، فسمعه عبد الرزاق في كتاب ابن أخي معمر .

''یہ حدیث باطل ہے اور اس کے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ معمر کا ایک بھتیجا رافضی تھا، معمر اسے اپنی کتابوں سے اخذ واستفادہ کی اجازت دیے ہوئے تھے، اسی بھتیجے نے یہ

حدیث ان کی کتاب میں داخل کردی، معمر ایک بارعب شخصیت تھے، کوئی ان کی طرف رجوع کرنے کی ہمت نہیں جٹا پاتا تھا، یہیں سے عبدالرزاق نے یہ حدیث معمر کے بھتیجے کی کتاب سے سنی ہے''۔

ابوحامد بن شرقی کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے امام ذہبی اپنی محولہ بالا کتاب میں لکھتے ہیں:

هـذه حكـاية مـنـقطعة ، وما كان معمر شيخ مغفلا يروج هذا عليه ، كان حافظا بصيرا بحديث الزهري.

''یہ ایک منقطع حکایت ہے، معمر کوئی شیخ مغفل نہیں تھے کہ ان کا نام لے کر باطل احادیث کو رواج دیا جاسکے بلکہ وہ امام زہری کی احادیث کے حافظ اوراس کے پارکھ تھے۔''

آٹھویں صورت: احادیث فضائل کو ان کے مضمون سے عاری کرنا

پہلی مثال:

وہ صحیح حدیث جو صحیح مسلم میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی امی ﷺ نے ان کو یہ وعدہ دیا تھا کہ ان سے بغض وعداوت کوئی منافق ہی کرسکتا ہے۔ بعض لوگ اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علیؓ کے دین کو لے کر کوئی منافق ہی ان سے بغض رکھے گا۔ اس مفہوم کو ذکر کرکے سیدنا علیؓ کی فضیلت کو معطل کرنے کی کوشش کی گئی ہے کیوں کہ کسی بھی مسلمان سے اس کے دین کی وجہ سے بغض رکھنے والا منافق ہوتا ہے، اگر حدیث کا مفہوم وہی ہوتا تو اس میں سیدنا علیؓ کی کیا خصوصیت ہے یا اس سے ان کی کون سی منقبت ظاہر ہوتی ہے بلکہ حدیث کا صحیح معنی یہ ہے کہ علیؓ سے بغض کا تصور کسی منافق سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

دوسری مثال:

سیدنا علیؓ کی فضیلت میں مروی حدیث: ''أنــت مــنـي بـمـنـزلة هـارون من

موسی '' کے بارے میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی جانشینی ہے جب آپ ﷺ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تھے اور یہ جانشینی آپ ﷺ کی واپسی تک کے لیے تھی۔ یہ سیدنا علیؓ کی نہ کوئی خصوصیت ہے اور نہ دوسروں کے مقابلے میں اس سے ان کی کوئی منقبت ثابت ہوتی ہے۔اس طرح کی جانشینی میں دوسرے حضرات بھی ان کے شریک کار رہے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ پھر علماء کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اس حدیث کو سیدنا علیؓ کی منقبت بلکہ ان کی خصوصیات میں شمار کرتے ہیں، سعد بن ابی وقاص جیسے کبار صحابہ کو کیا ہوگیا ہے جو یہ آرزو کرتے ہیں کہ کاش یہ فضیلت انھیں حاصل ہوتی۔اسی طرح کوئی صحابی یہ کیسے کہتا ہے کہ سیدنا علیؓ کی ان خصوصیات میں سے کوئی ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں کی دولت سے کہیں زیادہ محبوب ہوتی۔

مخالفین اور محاربین کی حد سے زیادہ مدح کرنا

امام ابن قتیبہ اپنی کتاب ''الاختلاف فی اللفظ'' (ص:55) میں ایسے لوگوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

وعنوا بجمع فضائل عمرو بن العاص ومعاوية ، كأنهم لا يريدونها بذلک ، وإنما يريدونه،يعني عليا رضوان الله عليه.

''انھوں نے عمرو بن عاص اور معاویہ کے فضائل کو جمع کرنے پر خصوصی توجہ دی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقصد عمرو بن عاص اور معاویہ کے فضائل بیان کرنا نہیں بلکہ ان کا نشانہ سیدنا علی رضوان اللہ علیہ ہیں''۔

اسی سلسلے میں امام سیوطی اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' (ص:81) میں لکھتے ہیں:

وأخرج السلفي في الطيوريات عن عبد الله بن أحمد بن حنبل قال : سألت أبي عن علي ومعاوية ؟ فقال:اعلم أن عليا كان كثير الأعداء ،

فـفـتـش لـه أعـداؤه عيبـا فـلـم يجدوا ، فجاء وا إلى رجل قد حاربه و قاتله فأطروه كيداً منهم له.

''سلفی نے طیوریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے علی اور معاویہ سے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب میں فرمایا: معلوم رہے کہ سیدنا علیؓ کے دشمن بہت تھے، ان کے دشمنوں نے ان کے عیوب کی کھوج کی، جب انھیں اس سلسلے میں کچھ نہیں ملا تو وہ ایک ایسے آدمی کے پاس گئے جس نے سیدنا علیؓ سے محاربہ اور قتال کیا تھا تو اپنا بغض ظاہر کرنے کے لیے انھوں نے اس کی حد سے زیادہ مدح وتعریف کی''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (7/104) میں امام احمد بن حنبل کا مذکورہ بالا قول نقل کیا اور پھر اس پر اپنا تبصرہ اس طرح ظاہر کیا ہے:

فأشار بهذا إلى ما اختلقوه لمعاوية من الفضائل مما لا أصل له ، وقد ورد فـى فـضـائل معاوية أحاديث كثيرة لكن ليس فيها ما يصح من طريق الإسناد ، وبذلک جزم إسحاق بن راهويه ، والنسائى وغيرهما ، والله أعلم.

''امام احمد بن حنبل کا اشارہ ان بے اصل روایات کی طرف ہے جو لوگوں نے معاویہ کے فضائل میں وضع کی ہیں، یوں تو معاویہ کے فضائل میں بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن جیسا کہ اسحاق بن راہویہ اور امام نسائی وغیرہ نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی سند بھی صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم''۔

عجلونی اپنی کتاب کشف الخفاء (2/420) میں لکھتے ہیں:

وباب فضائل معاوية ليس فيه حديث صحيح.

''معاویہ کے فضائل کا باب، اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے''۔

علامہ موصلی نے اپنی کتاب ''**المغنى عن الحفظ والكتاب**'' (1/40) میں اسحاق بن راہویہ کا کلام نقل کرکے اس کی تائید کی ہے۔

خلیلی جنھوں نے موضوعات کا شمار کیا ہے، ملاعلی قاری نے اپنی کتاب ''الاسرار المرفوعة فی أخبار الموضوعة'' (1/477) میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

ومن ذلک ما وضعه بعض جهلة أهل السنة فی فضائل معاویة ، قال إسحاق بن راهویه: لا یصح فی فضل معاویة بن أبی سفیان عن النبی ﷺ شیء.

''انہی موضوعات میں سے وہ روایات بھی ہیں جن کو اہل سنت کے بعض جاہلوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے فضائل میں وضع کیا ہے۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان کی فضیلت میں نبی اکرم ﷺ سے کچھ بھی منقول نہیں ہے''۔

علامہ طاہر پٹنی ہندی اپنی کتاب ''تذکرة الموضوعات'' (1/734) میں لکھتے ہیں:

وقال الحاکم عن مشایخه: لا یصح فی فضل معاویة حدیث.

''امام حاکم اپنے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے''۔

معاویہ کی فضیلت میں کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے کی بات امام ابن وزیر یمانی وغیرہ نے بھی کہی ہے۔

اس بات سے انکار کہ وہ اہل بیت النبوۃ ہیں

سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ مخالفین نے اس حقیقت سے بھی انکار کیا ہے کہ ان کا تعلق نبی اکرم ﷺ کے گھرانے سے ہے۔ بھلا اس کی شکایت اللہ کے سوا اور کس سے کی جاسکتی ہے۔ **ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم.** سارے مخالفین ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔ اس کی بھی کئی ایک مثالیں ہیں:

پہلی مثال: حجاج اور اہل بیت کا انکار

امام حاکم نے مستدرک (3/180، رقم الحدیث: 4772) میں اپنی دوسندوں عبدالملک بن عمیر اور عاصم بن بہدلہ سے روایت نقل کی ہے، عاصم بن بہدلہ کی روایت

کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

اجتمعوا عند الحجاج فذكر الحسين بن على فقال الحجاج :لم يكن من ذرية النبى ﷺ وعنده يحيى بن يعمر فقال له: كذبت أيها الأمير فقال : لتأتينى على ما قلت ببينة ومصداق من كتاب الله عز وجل أو لأقتلنك قتلا فقال: ﴿وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ﴾ إلى قوله عز وجل: ﴿ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ﴾ فأخبر الله عز وجل أن عيسى من ذرية آدم بأمه ، والحسين بن على من ذرية محمد ﷺ بأمه ، قال: صدقت ، فما حملك على تكذيبى فى مجلس ؟ قال: ما أخذ الله على الأنبياء ليبينه للناس ولا يكتمونه ، قال الله عز وجل: ﴿فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ﴾ قال: فنفاه إلى خراسان.

’’کچھ لوگ حجاج کے پاس جمع تھے، حسین بن علی کا تذکرہ آیا تو حجاج نے کہا: نبی اکرم ﷺ کی ذریت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس وقت حجاج کی مجلس میں یحیٰ بن یعمر موجود تھے، انھوں نے کہا: امیر محترم! آپ نے جھوٹ کہا ہے۔ حجاج نے کہا: اپنی بات پر دلیل پیش کرو اور اللہ عز وجل کی کتاب سے کوئی ثبوت فراہم کرو ورنہ تمھارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔ انھوں نے جواب میں قرآن کی آیت: ﴿وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ﴾ (ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی او؟ د میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور (نیز) زکریا کو اور یحیٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو) پڑھی اور فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ عیسی علیہ السلام اپنی ماں کے واسطے سے آدم علیہ السلام کی ذریت میں

سے ہیں،اسی طرح حسین بن علی ،محمد ﷺ کی ذریت میں سے اپنی والدہ کے واسطے سے ہیں۔حجاج نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے لیکن یہ تو بتائیں کہ مجلس میں مجھے جھٹلانے پر آپ کو کس چیز نے ابھارا؟ انھوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اس کی وحی لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں اور اس کی کوئی بات نہ چھپائیں۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ﴾ (تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ان کا یہ بیوپار بہت برا ہے)۔راوی کا بیان ہے کہ حجاج نے یحی بن یعمر کو خراسان کی طرف ملک بدر کر دیا''۔

اس واقعہ کو وفیات الاعیان (6/174) میں بھی یحی بن یعمر نحوی کے ترجمہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

دوسری مثال: ابن کثیر اور آل نبی سے سیدنا علیؓ کے تعلق کا انکار

حافظ ابن کثیر اپنی کتاب ''البداية والنهاية (6/232) میں لکھتے ہیں:

وقد وقع ما فهمه عبد الله بن عمر من ذلک سواء من أنه لم يل أحد من أهل البيت الخلافة على سبيل الاستقلال ويتم له الأمر ، وقد قال ذلک عثمان بن عفان وعلی بن أبی طالب: إنه لا يلی أحد من أهل البيت أبدا ، ورواه عنها أبوصالح الخليل بن أحمد بن عيسى بن الشيخ فی كتابه الفتن و الملاحم.

قلت: وأما الخلفاء الفاطميون الذين كانوا بالديار المصرية ، فإن أكثر العلماء على أنهم أدعياء ، وعلی بن أبی طالب ليس من أهل البيت! ومع هذا لم يتم له الأمر كما كان للخلفاء الثلاثة قبله ، ولا اتسعت يده فی البلاد كلها ، ثم تنكدت عليه الأمور.

''عبداللہ بن عمر سے اس سے جو کچھ سمجھا ہے، وہ یہی ہے کہ خلافت مستقل طور پر اہل بیت میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی ہے اور نہ ان کی بیعت مکمل ہوئی ہے۔ یہ بات خود عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب نے تسلیم کی ہے۔ ابوصالح خلیل بن احمد بن عیسی بن شیخ نے اپنی کتاب ''الفتن والملاحم'' میں دونوں سے روایت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ رہے دیار مصریہ کے فاطمی خلفا تو ان کے بارے میں علماء کی اکثریت کا خیال ہے کہ وہ محض اہل بیت سے اپنے تعلق کے دعوے دار تھے اور علی بن ابی طالب تو اہل بیت میں سے تھے ہی نہیں، مزید یہ کہ علیؓ کی خلافت پہلے کے تینوں خلفاء کی طرح مکمل نہیں تھی اور نہ سارے اسلامی شہران کے قبضے میں تھے اور بعض معاملات ان کی دسترس سے باہر تھے''۔

لفظ آل کو وسیع مفہوم میں لینا، ان کی خصوصیت کا انکار اور تمام متبعین کو آل میں شامل کرنا

اس عنوان کے تحت گفتگو کرنے کے لیے شیخ مقبل وادعی کی کتاب ''**تحفة المجيب على أسئلة الحاضر والغريب**'' (ص:29) کی یہ عبارت کافی ہوگی:

وبقي شيء وهو أن بعض الناس يقول: إن الأتباع كلهم من آل محمد، وكل الأمة من آل محمد؛ لأنهم يعتبرون أتباعاله، واستدلوا بقوله تعالى ﴿أدخلوا آل فرعون أشد العذاب﴾.

''یہاں ایک چیز باقی رہ گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ تمام متبعین آل محمد ہیں اور ساری امت کا تعلق آل محمد سے ہے کیوں کہ وہ تمام لوگ نبی اکرم ﷺ کے متبعین کہے جاتے ہیں۔ انھوں نے اپنے استدلال میں قرآن کی آیت: ﴿**أدخلوا آل فرعون أشد العذاب**﴾ پیش کی ہے''۔

یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر فرمایا ہے: ''**اللهم**

ھـؤلاء أھـل بیتـی ''اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اہل بیت پر صدقہ حرام کیا ہے۔ایسی صورت میں تو تمام مسلمانوں کے لیے صدقہ حرام ہو جائے گا کیوں کہ وہ سب آل محمد میں شمار ہوں گے۔معلوم ہوا کہ یہ استدلال غیر محل میں ہے۔

اس طرح اہل بیت سے محاربہ اوران سے مخالفت کے پانچ طریقے اختیار کیے گئے:

(۱) تصویر مسخ کرکے۔

(۲) احادیث فضائل کو چھپا کر اوران میں تحریف کرکے۔

(۳) دشمنان اہل بیت کی بے جا مدح وتعریف کرکے۔

(۴) ان کے آل نبی ﷺ سے ہونے کا انکار کرکے۔

(۵) آل کو متبعین کے معنی میں لے کر۔

سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ مخالفت اور محاربہ کے یہ ہتھکنڈے صرف بنوامیہ کے دور تک نہیں اختیار کیے گئے بلکہ اس کا سلسلہ خلافت بنوعباسیہ اور بعد کے ادوار تک بھی جاری رہا۔

دور جانے کی ضرورت نہیں خود امام حاکم کو دیکھ لیں جن کی وفات ۴۰۵ ہجری میں ہوئی ہے وہ اپنے زمانے میں آل نبی علیہم السلام کی آزمائشوں کا تذکرہ کرتے ہیں اوران کے فضائل کے تعلق سے عام لوگوں کا جو رویہ تھا،اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب ''**فضائل فاطمة الزھراء**''میں لکھتے ہیں:

ثـم إن زمـاننا قد خلفنا فی رعاة یتقرب الناس إلیھم ببغض آل رسول الـلـه ﷺ، والـوضع عنھم ، فکل من یتوسل إلیھم فتوسله بذکر الآل بما قد نزھھم الله عنه ، وإنکار کل فضیلة تذکر من فضائلھم.

''پھر ہمارے اس زمانے میں ایسے امراء پیدا ہو گئے ہیں جن کا تقرب حاصل کرنے کے لیے لوگ آل رسول ﷺ سے اپنے بغض کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے خلاف احادیث وضع کرتے ہیں، جوشخص بھی ان سے قریب جاتا ہے وہ اپنی قربت کے لیے ایسی

باتیں آل رسول ﷺ کے تعلق سے کہتا ہے جن سے اللہ نے ان کو پاک قرار دیا ہے اور وہ اس کے لیے ان کے سلسلے کی تمام فضیلتوں کا انکار کرتا ہے''۔

ذیل میں ہم آل رسول ﷺ کے فضائل چھپانے کے مزید طریقوں اور ہتھکنڈوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

سیدنا علی اور اہل بیت علیہم السلام کے فضائل چھپانے کے اسباب

سیدنا علی اور اہل بیت علیہم السلام کے فضائل چھپانے کے محرکات اور اسباب کئی ایک تھے، ذیل میں چند ایک کا ذکر کا جارہا ہے:

(۱) حکام کی کاسہ لیسی اور چاپلوسی

(۲) دشمنوں کا حسد اور ان کا بغض

(۳) دوستوں کا خوف اور ان کی دہشت

(۴) شیعہ کی عداوت اور ان سے بغض

(۵) بعض صحابہ کے سلسلے میں خوف

(٦) رفض وتشیع کے الزام کا خوف

پہلا سبب: حکام کی کاسہ لیسی اور چاپلوسی

ملت اسلامیہ اپنے دور اول ہی سے ایسے امراء اور حکم رانوں کی وجہ سے کئی طرح کی آزمائشوں سے دوچار رہی ہے، انھوں نے اپنی اپنی حکومتوں میں صاحب رسالت کا انکار کرنے میں ذرا بھی تردد نہیں کیا اور وہ اس طرح کہ آل رسول کو برا بھلا کہتے رہے، ان پر لعنت بھیجتے رہے، انھیں دربدر ہونے پر مجبور کیا، انھیں جیلوں میں بند کیا اور کتنوں کو قتل کرادیا یہاں تک کہ روئے زمین کا کوئی خطہ ایسا نہیں بچا جہاں کسی آل رسول کو برا کہنے، لعنت بھیجنے، ملک بدر کرنے، قید کرنے اور قتل کیے جانے کا کوئی دل دوز حادثہ نہ پیش آیا ہو۔

یہاں تک کہ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ خود نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو ترغیب دی ہوتی کہ آپ کے اہل بیت پر ظلم کرے، ان سے قتال کرے اور ان سے شدید عداوت رکھے اور امت نے اس حکم کی کما حقہ پیروی کی ہوتی تو بھی شاید اتنا ستم نہ ہوتا جتنا سامنے آیا۔ واللہ المستعان۔

آل رسول ﷺ پر جو کچھ مصیبتیں آئیں، ان کی خبر اس ذات گرامی نے بہت پہلے دے دی تھی جس کی زبان مبارک سے وحی کے علاوہ کچھ نہیں صادر ہوتا اور نہ وہ اپنی مرضی سے کبھی کوئی بات کہتی تھی جیسا کہ مجمع الزوائد (9/311، رقم الحدیث:15142) میں ہے:

عن عمارة بن يحيى بن خالد بن عرفطة قال: كنا عند خالد بن عرفطة يوم قتل الحسين بن علی رضی الله عنهما فقال لنا خالد: هذا ما سمعت من رسول الله ﷺ: إنكم ستبتلون فی أهل بيتی من بعدی.

''عمارہ بن یحیٰ بن خالد بن عرفطہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اس دن خالد بن عرفطہ کے پاس موجود تھے جس دن حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کیا گیا۔ہم سے خالد نے فرمایا: یہی ہے وہ چیز جو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے کہ تم میرے بعد میرے اہل بیت کے سلسلے میں آزمائش میں ڈالے جاؤ گے''۔

ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی اور بزار نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے رجال سوائے عمارہ کے صحیح کے رجال ہیں اور عمارہ کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔علامہ مناوی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے اپنی کتاب ''**التيسير بشرح الجامع الصغير**'' (1/721) میں لکھا ہے:

(**إنكم ستبتلون**) یعنی تم امتحان میں ڈالے جاؤ گے اور فتنوں میں مبتلا کیے جاؤ گے۔

(**فی أهل بيتی**) یعنی گالی دے کر، بغض رکھ کر، قید میں ڈال کر اور قتل وغیرہ اذیت ناک سلوک کرکے ان پر مسلط ہو جاؤ گے۔

(**من بعدی**) یہ نبی اکرم ﷺ کا ایک معجزہ ہے جس سے آپ نے غیب میں پیش

آنے والے واقعہ کی خبر دی ہے۔

اس شرح کے بعد علامہ مناوی نے اس حدیث پر حکم یہ لگایا کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔

امام حاکم کا جو قول ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگ آل رسول ﷺ سے بغض کا اظہار کرکے، ان پر بے جا تہمتیں لگا کر، ان کے عیوب بیان کرکے اوران کے فضائل ومناقب کا انکار کرکے امیروں اور حکم رانوں کی کاسہ لیسی کرتے تھے اور ان سے اپنی قربت میں اضافہ کرتے تھے۔

اس کا ایک واضح ثبوت وہ روایت بھی ہے جس کو ابن سعد نے ''الطبقات الکبری'' (5/219) میں اپنی سند سے منہال بن عمرو کے واسطے سے ذکر کیا ہے، منہال بیان کرتے ہیں:

دخلت علی علی بن حسين فقلت : كيف أصبحت أصلحك الله ؟ فقال: ما كنت أرى شيخا من أهل المصر مثلک لا يدری كيف أصبحنا ، فأما إذ لم تدر أو تعلم فسأخبرک: أصبحنا فی قومنا بمنزلة بنی إسرائيل فی آل فرعون ، إذ كانوا يذبحون أبناء هم ويستحيون نساء هم ، وأصبح شيخنا وسيدنا يتقرب إلى عدونا بشتمه أو سبه علی المنابر ، وأصبحت قريش تعد أن لها الفضل على العرب ؛ لأن محمدا ﷺ منها لا يعد لها فضل إلا به ، وأصبحت العرب مقرة لهم بذلک ، فلئن كانت العرب صدقت أن لها الفضل على العجم. وصدقت قريش أن لها الفضل على العرب ؛ لأن محمدا ﷺ منها ، إن لنا أهل البيت الفضل على قريش ؛ لأن محمدا ﷺ منا ، فأصبحوا يأخذون بحقنا ولا يعرفون لنا حقا ؟ فهكذا أصبحنا إذ لم تعلم كيف أصبحنا .

''میں ایک دن سیدنا علی بن حسین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: اللہ

آپ کو صحت وسلامتی کے ساتھ رکھے، آپ کے کیا احوال ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: میں آپ جیسا شہر میں کوئی شیخ نہیں جانتا جسے یہ خبر نہ ہو کہ ہمارے کیا احوال ہیں؟ اگر واقعی آپ کو ہمارے حالات معلوم نہیں ہیں یا آپ کو خبر نہیں ہے تو میں آپ سے بتائے دیتا ہوں: ہماری حالت ہماری اپنی قوم میں وہی ہو چکی ہے جو بنی اسرائیل کی آل فرعون میں تھی جب فرعونی بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کر رہے تھے اور ان کی بیٹیوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ہمارے شیخ اور ہمارے پیشوا ہمیں برا بھلا کہہ کر اور منبروں سے ہمیں گالیاں دے کر ہمارے دشمنوں کا تقرب حاصل کر رہے ہیں۔ قریش کا حال یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ انھیں عربوں پر فضیلت حاصل ہے کیوں کہ محمد ﷺ کا تعلق قریش سے تھا اور ان کو ساری فضیلت صرف نبی ﷺ کی وجہ سے حاصل ہے، عربوں کو بھی ان کی اس فضیلت کا اعتراف ہے۔ عربوں کا حال یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ انھیں عجمیوں پر فضیلت حاصل ہے کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کا تعلق عرب سے تھا اور ان کو ساری فضیلت صرف نبی ﷺ کی وجہ سے حاصل ہے، عجمیوں کو عربوں کی اس فضیلت کا اعتراف بھی ہے۔ اب اگر عرب اپنے قول میں سچے ہیں کہ ان کو عجم پر فضیلت حاصل ہے، قریش بھی اپنے اس قول میں سچے ہیں کہ انھیں عربوں پر فضیلت حاصل ہے کیوں کہ محمد ﷺ کا تعلق قریش سے تھا تو ہم اہل بیت کو قریش پر فضیلت حاصل ہے کیوں کہ محمد ﷺ کا تعلق ہم سے تھا لیکن حالات یہ ہیں کہ وہ ہمارے حقوق چھین رہے ہیں، ہمارے کسی حق کا اعتراف نہیں کرتے۔ یہ ہیں ہمارے احوال، اگر آپ ہمارے احوال سے باخبر نہیں ہیں''۔

دوسرا اور تیسرا سبب: دشمنوں کا حسد اور ان کا بغض، دوستوں کا خوف اور ان کی دہشت

ان دونوں اسباب کی طرف اشارہ خلیل بن احمد نے اس وقت کیا جب ان سے ان کی مدح کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

ما أقول في مدح امرء كتمت أحباؤه فضائله خوفا ، وأعداؤه حسداً ، ثم ظهر من بين الكتمانين ما ملأ الخافقين .

''میں اس انسان کی مدح میں کیا کہوں جس کے احباب نے خوف اور دہشت کی وجہ سے اس کے فضائل پر پردہ ڈال دیا اور اس کے دشمنوں نے حسد کی وجہ سے اس کے فضائل چھپا دیے، پھر ان دونوں کتمانوں کی وجہ سے ایسی کربناک صورت پیدا ہوئی جس نے زمین وآسمان بھر دیے''۔

دوستوں نے خوف کی وجہ سے فضائل چھپا دیے، اس کی ایک مثال

امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر (19/147، رقم الحدیث:322) میں اپنی سند سے کعب بن عجرہ کی روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

کنا جلوسا عند رسول الله ﷺ فمر بنا رجل متقنع فقال رسول الله :يكون بين الناس فرقة واختلاف فيكون هذا وأصحابه على الحق .قال كعب:فأدركته فنظرت إليه حتى عرفته وكنا نسأل كعبة من الرجل ؟ فيأبى أن يخبرنا حتى خرج كعب مع علي إلى الكوفة فلم يزل حتى مات فكان أن عرفنا أن ذلك الرجل علي رضي الله عنه.

''ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، اسی درمیان وہاں سے ایک صاحب اپنا سر اور چہرہ ڈھکے ہوئے گزرے۔ ان کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آنے والے دور میں فرقے پیدا ہوں گے اور اختلافات رونما ہوں گے، اس وقت یہ صاحب اور ان کے ساتھی حق پر ہوں گے۔ کعب بیان کرتے ہیں کہ میں ان کے پیچھے جا کر ان کو پالیا، دیکھا تو پہچان گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم کعب سے سے پوچھتے رہ گئے کہ وہ صاحب کون تھے لیکن انھوں نے بتانے سے انکار کر دیا، پھر جب کعب سیدنا علیؓ کے ساتھ کوفہ چلے گئے اور اپنی وفات تک وہیں رہے تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آئی کہ وہ

صاحب سیدنا علیؓ تھے''۔

دوسری مثال

امام حاکم نے اپنی مستدرک (3/147،رقم الحدیث:4665) میں اپنی سند سے مالک بن دینا سے نقل کیا ہے،وہ بیان کرتے ہیں:

سـألت سعيد بن جبير فقلت:يا أبا عبد الله من كان حامل راية رسول الـله ﷺ؟ قال:فنظر إلي وقال:كأنک رخي البال ، فغضبت وشكوته إلى إخـوانـه مـن القراء ، فقلت:ألا تعجبون من سعيد أني سألته من كان حامل راية رسول الله ﷺ ، فنظر إلي وقال:إنک لرخي البال!قالوا:إنک سألته وهـو خـائف مـن الـحـجاج وقد لاذ بالبيت فسله الآن ، فسألته فقال:كان حاملها علي رضي الله عنه هكذا سمعته من عبد الله بن عباس.

''میں نے سعید بن جبیر کو مخاطب کر کے ان سے پوچھا:اے ابوعبداللہ!رسول اللہ ﷺ کا علم کون اٹھایا کرتا تھا؟ یہ سن کر انھوں نے مجھے تیز نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا:لگتا ہے تمھیں اہل وعیال سے دور جانے کی بڑی جلدی ہے۔ان کا جواب سن کر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے ان کی شکایت ان کے قاری دوستوں سے کرتے ہوئے بتایا کہ کیا تمھیں تعجب نہیں ہورہا ہے کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا علم کون اٹھایا کرتا تھا تو انھوں نے مجھے تیز نگاہوں سے دیکھا اور کہا کہ کیا تمھیں اپنے اہل وعیال سے دور جانے کی بڑی جلدی ہے۔سعید کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ آپ نے ان سے سوال کیا اور وہ حجاج سے خوف زدہ تھے اور گھر میں روپوش تھے،اب جا کر ان سے پوچھو۔چنانچہ میں نے جا کر دوبارہ ان سے یہی سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا علم اٹھانے والے سیدنا علیؓ تھے۔میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح سنا ہے''۔

امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے،بخاری ومسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔اس حدیث کا ایک شاہد بھی ہے جو زنفل عرفی کی حدیث ہے لیکن طوالت کی وجہ

سے ہم اسے یہاں نقل کرنے سے معذور ہیں۔

اسی طرح کی روایت عبداللہ بن احمد نے فضائل الصحابة (2/680،رقم الحدیث:1163) میں نقل کی ہے، کتاب کے محقق شیخ وصی اللہ محمد عباس نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

اور ذرا غور کیجئے اس حکایت پر جسے ابن اثیر نے اپنی کتاب ''اسد الغابہ''(1/194) میں جندع انصاری کے ترجمہ میں نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

وروى أبو أحمد العسكرى بإسناده عن عمارة بن يزيد عن عبد الله بن العلاء عن الزهرى قال:سمعت سعيد بن جناب يحدث عن أبى عنفوانة المازنى قال:سمعت أبا جنيدة جندع بن عمرو بن مازن قال :سمعت النبى وهو يقول :من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار.وسمعته -وإلا صمتا -يقول وقد انصرف من حجة الوداع فلما نزل غدير خم قام فى الناس خطيب وأخذ بيد على وقال:من كنت وليه فهذا وليه، اللهم وال من والاه وعاد من عاداه.قال عبيد الله:فقلت للزهرى:لا تحدث بهذا بالشام وأنت تسمع ملء أذنيک سب على،فقال:والله إن عندى من فضائل على ما لو تحدثت بها لقتلت.

''ابواحمد عسکری اپنی سند سے عمارہ بن یزید سے روایت کرتے ہیں، وہ عبداللہ بن علاء سے روایت کرتے ہیں، وہ زہری سے روایت کرتے ہیں، امام زہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جناب سے سنا، وہ ابوعنفوانہ مازنی سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوجنیدہ جندع بن عمرو بن مازن سے سنا، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے اور میں نے آپ ﷺ سے یہ بھی سنا- جھوٹ کہوں تو میرے دونوں کان بہرے ہوجائیں- آپ حجۃ الوداع سے واپس لوٹ رہے

تھے، جب آپ نے غدیر خم پر پڑاؤ ڈالا تو لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کھڑے ہوئے، اس وقت سیدنا علیؓ کا ہاتھ آپ پکڑے ہوئے تھے اور آپ نے فرمایا: میں جس کا ولی ہوں، علیؓ بھی اس کے ولی ہیں، اے اللہ جو علیؓ سے دوستی رکھے تو بھی اس سے دوستی رکھ اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام زہری سے کہا کہ یہ حدیث شام میں مت بیان کیجئے گا ورنہ آپ کے دونوں کان صرف علی کو دی جانے والی گالیوں سے بھر جائیں گے۔ یہ سن کر زہری نے کہا: میرے پاس تو علی کے فضائل میں ایسی ایسی حدیثیں موجود ہیں کہ اگر میں ان کو وہاں بیان کر دوں تو مجھے قتل کر دیا جائے گا''۔

ابن اثیر نے اپنی کتاب اسد الغابہ (1/265) میں حدیث کساء سے متعلق بعض روایات امام حسین کے ترجمے کے ضمن میں ذکر کی ہیں، اس کے بعد لکھا ہے:

قال أبو أحمد العسكری: يقال: إن الأوزاعی لم يرو فی الفضائل حديثة غير هذا، والله أعلم.

''ابواحمد عسکری کہتے ہیں کہ بیان کیا جاتا ہے کہ امام اوزاعی نے فضائل کے باب میں اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث بیان نہیں کی''۔

اسی طرح امام زہری بھی اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث بیان نہیں کرتے۔ یہ دونوں یعنی امام اوزاعی اور امام زہری بنوامیہ سے ڈرتے تھے۔ یہ ڈر اور خود اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ بعض محبان اہل بیت بسا اوقات سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کرنے سے گھبراتے تھے، یہ صورت حال عام روایات میں تھی چہ جائے کہ فضائل سے متعلق احادیث میں یہ رویہ اختیار کیا جاتا جیسا کہ امام حسن بصری سے منقول ہے، حافظ مزی اپنی کتاب ''تہذیب الکمال'' (6/124) میں اپنی سند سے یونس بن عبید سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

سألت الحسن قلت: يا أبا سعيد إنک تقول: قال رسول الله ﷺ

وإنک لم تدرکه!قال:یا بن أخی لقد سألتنی عن شیء ما سألنی عنه أحد قبلک ، ولولا منزلتک منی ما أخبرتک ، إنی فی زمان کا تری -وکان فی عمل الحجاج -کل شیء سمعتنی أقول:قال رسول الله ، فهو عن علی بن أبی طالب ، غیر أنی فی زمان لا أستطیع أن أذکر علیاً.

''میں نے حسن بصری سے پوچھا:اے ابوسعید! آپ حدیث بیان کرتے وقت کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: بھتیجے!تم نے وہ سوال مجھ سے پوچھا ہے کہ جس کو تم سے پہلے مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا،اگر میری نظر میں تمھارا خاص مقام نہ ہوتا تو میں اس کی وجہ تمھیں نہیں بتاتا۔تم دیکھ رہے ہو ہم کس دور میں جی رہے ہیں اور کس کی عملداری میں رہ رہے ہیں۔اس وقت حجاج کی گورنری کا زمانہ تھا،ہر وہ حدیث جسے تم مجھ سے سنتے ہو جس میں میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے،وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے میں نے سنی ہے لیکن میں جس دور میں سانس لے رہا ہوں،میرے اندر طاقت نہیں کہ میں سیدنا علیؓ کا نام لے سکوں''۔

بسا اوقات امام حسن بصری سیدنا علیؓ کا ذکر ان کی غیر معروف کنیت سے کیا کرتے تھے۔چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب''**نزهة الألباب فی الألقاب**'' (2/263)میں زیر ترجمہ(3023)لکھا ہے:

أن الحسن البصری کان فی زمن بنی أمیة إذا حدث عن علی بن أبی طالب قال:قال أبو زینب.

''امام حسن بصری بنوامیہ کے زمانے میں تھے جب وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کوئی حدیث بیان کرتے تو صراحۃً نام لینے کی بجائے کہتے کہ ابوزینب نے فرمایا''۔

اس کی وجہ یہی تھی کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بنوامیہ کا بغض اس حد تک بڑھ گیا تھا

کہ کسی کے اندر جراءت نہیں تھی کہ علانیہ ان کا نام لے سکے۔آگے ہم ابن امیر صنعانی کا وہ قول ذکر کریں گے جس میں وہ کہتے ہیں کہ محدثین نے تقیہ کرتے ہوئے آل رسول پر سلام کو حذف کر دیا کیوں کہ بنوامیہ کے دور میں آل رسول کے ذکر کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا۔ابن امیر صنعانی اپنی کتاب ''الروضة الندية''(ص:241) میں لکھتے ہیں:

وقد وليت بنو أمية الإمارة المدة الطويلة وبالغت فى هدم شرفه الرفيع ، ونهت عن التحدث بفضائله وأظهرت عداوته ، وأمروا بسبه ، وطووا ذكر فضله ، وأبى الله إلا أن يتم نوره ، ويظهر فى الخافقين أعلام فضل على رغم أنف كل معاند. وقد أطال أهل التاريخ فى ذلک بما هو معروف حتى بلغ من عداوتهم كراهة التسمى بهذا الاسم الشريف.

''ایک طویل عرصے تک بنوامیہ حکم راں رہے،انھوں نے سیدنا علیؓ کے بلند مینار شرف کو ڈھانے میں مبالغہ سے کام لیا،ان کے فضائل بیان کرنے پر پابندی لگادی،ان سے عداوت اور دشمنی کا اظہار کیا،ان کو گالی دینے کا حکم صادر کیا اور ان کے فضائل کا دفتر سمیٹ کر رکھ دیا،لیکن اللہ کو یہ منظور نہیں تھا،وہ اپنی روشنی کو مکمل کرنا چاہتا تھا،اور مشرق ومغرب میں ہر طرف دشمنوں کی عداوت کے باوجود سیدنا علیؓ کے فضائل عام کرنا چاہتا تھا۔مورخین نے اس تعلق سے بہت کچھ لکھا ہے جو معروف ومشہور ہے،ان کی عداوت اس حد تک بڑھ چکی تھی کو ان کا نام زبان پر لانا بھی انھیں گراں گزرتا تھا''۔

اس کے بعد صنعانی نے کئی ایک اقوال ذکر کیے ہیں۔

ابونعیم نے اپنی کتاب ''حلیۃ الاولیاء''(3/207) میں اپنی سند سے نقل کیا ہے:

أن على بن عبدالله بن العباس كان يكنى أبا الحسن فلما قدم على عبدالملک قال له:غير اسمک وكنيتک فلا صبر لى على اسمک وكنيتک ، فقال:أما الاسم فلا ، وأما الكنية فأكتنى بأبى محمد فغير كنيته.

''علی بن عبداللہ بن عباس کی کنیت ابوالحسن تھی،ایک بار جب وہ عبدالملک کے پاس

پہنچے تو اس نے ان سے کہا: میرے لیے تمھارا نام اور تمھاری کنیت نا قابل برداشت ہے، نام اور کنیت دونوں بدل ڈالو۔انھوں نے جواب دیا: نام تو نہیں بدلوں گا البتہ کنیت آج سے ابو محمد رکھ لوں گا چنانچہ انھوں نے اپنی کنیت تبدیل کر لی''۔

ابو نعیم ہی کی سند سے اس واقعہ کو ابن عساکر نے بھی تاریخ دمشق (43/45) میں نقل کیا ہے۔ابن خلکان نے بھی اپنی کتاب وفیات الاعیان (3/275) میں اسے ذکر کیا ہے اور مزید اس پر تبصرہ ان لفظوں میں کیا ہے:

قلت أنا :وإنما قال له عبد الملک هذه المقالة لبغضه فی علی بن أبی طالب رضی الله عنه ، فکره أن یسمع اسمه و کنیته.

''میں کہتا ہوں کہ عبدالملک نے یہ بات اس وجہ سے کہی کیوں کہ وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حد درجہ بغض رکھتا تھا، اسے ان کا نام اور ان کی کنیت سننا بھی پسند نہیں تھا''۔

ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں یہی واقعہ اس طرح بیان کیا ہے:

أنه دخل علی عبد الملک بن مروان فأکرمه وأجلسه علی سریره وسأله عن کنیته فأخبره ، فقال: لا یجتمع فی عسکری هذا الاسم وهذه الکنیة الأحد ، وسأله: هل له من ولد وکان قد ولد له یومئذ محمد بن علی ، فأخبره بذلک فکناه أبا محمد.

''وہ ایک بار عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچے، اس نے ان کی تکریم کی ، اپنے تخت پر بٹھایا اور ان سے ان کی کنیت معلوم کی۔انھوں نے جب اپنی کنیت بتائی تو اس نے کہا: میری فوج میں اس نام اور اس کنیت کا کوئی شخص نہیں رہ سکتا۔اس نے ان سے پوچھا: کیا آپ کا کوئی بیٹا ہے؟ انہی دنوں ان کے یہاں محمد بن علی کی ولادت ہوئی تھی ، جب انھوں نے اس بات سے اسے باخبر کیا تو اس نے ان کی کنیت ابوالحسن کے بجائے ابو محمد کردی''۔یہی وجہ ہے کہ بعض راویان حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایات جب ان کی

سند سے نقل کرتے ہیں تو ان کا نام لینے کے بجائے ان کی کنیت کا ذکر کرتے ہیں۔حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (2/255) میں امام ابن عبدالبر کا یہ قول نقل کیا ہے:

إنما كنى قبيصة بن ذؤيب عن علي بن أبي طالب ، لصحبته عبد الملك بن مروان ، وكانوا يستثقلون ذكر علي بن أبي طالب رضي الله عنه .

''قبیصہ بن ذؤیب جب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کوئی حدیث بیان کرے ہیں تو ان کی کنیت کا ذکر کرتے ہیں کیوں کہ وہ عبدالملک بن مروان کی صحبت میں رہتے تھے اور بنوامیہ کو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ذکر بڑا گراں معلوم ہوتا تھا''۔

امیر صنعانی اپنی کتاب ''توضیح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار'' (1/369) میں لکھتے ہیں:

وقد روى أن رواة الحديث وأهل العلم في بعض أيام بني أمية وهي أيام عبد الملك وولاته كالحجاج وبعض بلدانهم كانوا لا يقدرون على إظهار الرواية عن علي عليه السلام لشدة عدوانهم له ولمن ذكره.

''بیان کیا جاتا ہے کہ بعض راویان حدیث اور اہل علم بنوامیہ کے بعض ادوار میں خاص طور پر عبدالملک اور اس کے گورنر حجاج کے زمانہ میں بعض شہروں میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ان کی شدت عداوت کی وجہ سے سیدنا علیؓ سے مروی احادیث ظاہر کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے، وہ ایسا کرنے والے کے بھی دشمن بن جاتے تھے''۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کراہیت اور ناپسندیدگی اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ بعض اموی حکمراں بسا اوقات اس بچے کو زندہ نہیں رہنے دیتے تھے جس کا نام سیدنا علیؓ کے نام پر علی رکھا جاتا تھا، ایسے بچوں کو وہ قتل کرادیا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب ''تهذيب التهذيب'' (7/280) میں لکھتے ہیں:

وقال المقرى: كان بنو أمية إذا سمعوا بمولود اسمه علي قتلوه.

''مقری کہتے ہیں کہ بنوامیہ جب سنتے تھے کہ کسی نومولود کا نام علی رکھا گیا ہے تو اسے

قتل کر دیا کرتے تھے''۔

یہی وجہ ہے کہ ایک گھومنے والا جب شام میں کہیں گھومتا تھا تو وہ اہل بیت کے کسی فرد کا نام ان کی زبان سے نہیں سنتا تھا، وہ صرف ان کو برا بھلا کہتے تھے اور ان پر لعن طعن کیا کرتے تھے۔

سب سے زیادہ حیرت کی بات جسے سن کر کلیجہ خون ہو جائے اور زبان گنگ ہو جائے ، وہ ہے جسے امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (10/402) میں اس طرح ذکر کیا ہے:

حکی المدائنی أنه أدخل علی المأمون ، فحدثه بأحادیث فی علی ، فلعن بنی أمیة ، فقلت: حدثنی المثنی بن عبد الله الأنصاری قال: کنت بالشام ، فجعلت لا أسمع علیا ، ولا حسناً ، إنما أسمع: معاویة ، یزید ، الولید.

''مدائنی نے بیان کیا کہ انھیں مامون کے پاس لے جایا گیا، وہاں انھوں نے سیدنا علیؓ کی فضیلت میں چند ایک احادیث بیان کیں ، مامون نے بنوامیہ پر لعنت بھیجی ۔ میں نے کہا: مجھ سے بیان کیا مثنی بن عبداللہ انصاری نے کہ وہ ایک بار جب شام میں تھے تو وہاں میں نے کسی کی زبان سے علی اور حسن رضی اللہ عنہما کا نام نہیں سنا، وہاں میں صرف معاویہ، یزید اور ولید کے نام سنتا کرتا تھا''۔

مدائنی آگے لکھتے ہیں:

فمررت برجل علی بابه: فقال: اسقه یا حسن، فقلت: أسمیت حسنا ؟ فقال: أولادی: حسن، وحسین، وجعفر، فإن أهل الشام یسمون أولادهم بأسماء خلفاء الله، ثم یلعن الرجل ولده ویشتمه! قلت: ظننتک خیر أهل الشام، وإذا لیس فی جهنم شر منک.

''میں ایک شخص سے گزرا جو اپنے دروازے پر کھڑا تھا، اس نے کہا: اے حسن! اسے پانی پلا دے۔ میں نے کہا: کیا تم نے حسن نام رکھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری کئی

اولاد ہے جن کے نام حسن، حسین اور جعفر ہیں، کیوں کہ شام والے اپنی اولاد کے نام اللہ کے خلفاء کے نام پر رکھتے ہیں، پھر باپ اپنی اولاد کو گالی دیتا اور ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ میں نے کہا: میں تو سمجھتا تھا کہ تو اہل شام میں سب سے نیک آدمی ہے لیکن اب پتا چلا کہ جہنم میں تجھ سے بدترین آدمی کوئی نہیں ہوسکتا''۔

یہ مدائنی کون تھے؟ ان کے بارے میں حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء (10/400) میں لکھتے ہیں:

العلامة الحافظ الصادق أبو الحسن علی بن محمد بن عبد الله بن أبی سیف المدائنی الأخباری، نزل بغداد، وصنف التصانیف، وکان عجبا فی معرفة السیر والمعازی والأنساب وأیام العرب، مصدقة فیها ینقله، عالی الإسناد.

''علامہ، حافظ، صادق ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف مدائنی اخباری نزیل بغداد سیر ومغازی اور انساب اور ایام العرب میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے بیانات ونقول کی تصدیق کی جاتی تھی، ان کی سند بڑی عالی تھی''۔

مدائنی نے جو حکایت بیان کی ہے، اس کو زیادہ واضح اور تفصیل کے ساتھ حموی نے معجم الادباء (2/114) نے اس طرح بیان کیا ہے:

إن لی أولاد أسماؤهم حسن و حسین و جعفر، فإن أهل الشام یسمون أولادهم بأسماء خلفاء الله، ولا یزال أحدنا یلعن ولده ویشتمه، وإنما سمیت أولادی بأسماء أعداء الله، فإذا لعنت إنها ألعن أعداء الله.

''میرے کئی بچے تھے جن کے نام حسن، حسین اور جعفر تھے۔ کیوں کہ شام والے اپنے بچوں کے نام اللہ کے خلفاء کے نام پر رکھتے تھے، اور ہم میں سے ہر ایک برابر اپنے اولاد کو گالی دیتا اور ان پر لعنت بھیجتا تھا، میں نے اپنے بچوں کے نام اللہ کے دشمنوں کے نام پر رکھے، جب میں ان پر لعنت بھیجتا تو میری لعنت اللہ کے دشمنوں کے لیے ہوتی تھی''۔

چوتھا سبب: شیعہ سے دشمنی اور ان سے بغض

چوتھے سبب یعنی شیعہ سے دشمنی اور ان سے بغض کے لیے ثبوت ہم اس روایت سے فراہم کر سکتے ہیں جسے حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (7/27) میں اپنی سند سے سفیان ثوری سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

منعتنا الشيعة أن نذكر فضائل علي.

''شیعہ نے ہمیں فضائل علی رضی اللہ عنہ بیان کرنے سے روک دیا''۔

یہی روایت حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (7/253) میں سفیان سے ان لفظوں میں بیان کی ہے:

تركتني الروافض، وأنا أبغض أن أذكر فضائل علي.

''مجھے روافض نے چھوڑ دیا کیوں کہ مجھے سیدنا علیؓ کے فضائل بیان کرنے سے نفرت تھی''۔

معاملہ صرف سفیان کا نہیں ہے اور نہ یہ سلسلہ ان پر رکا ہے بلکہ امام ابن قتیبہ کے بیان کے مطابق بیشتر محدثین کا یہی حال ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ''الاختلاف فی اللفظ'' (ص:55-54) میں لکھتے ہیں:

وقد رأيت هؤلاء أيضا حين رأو غلو الرافضة في حب علي ...قابلوا ذلك أيضا بالغلو في تأخير علي كرم الله وجهه، وبخسه حقه ... وتحامى كثير من المحدثين أن يحدثوا بفضائله كرم الله وجهه، أو أن يظهروا ما يجب له.

''میں نے ان محدثین کو دیکھا ہے کہ جب انھوں نے دیکھا کہ روافض حب علیؓ میں غلو کر رہے ہیں تو انھوں نے ان کے غلو کا مقابلہ اس طرح کیا کہ سیدنا علیؓ کو سب سے پیچھے کرنے لگے، ان کے حقوق میں کمی کی اور بیشتر محدثین تو علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل بیان

کرنے سے پرہیز کرنے لگے اور ہمارے اوپر جو ان کے واجبات ہیں، ان کو ظاہر کرنے سے اجتناب کرنے لگے"۔

اللہ کی پناہ! شیعوں سے بغض اور ان کی مخالفت نے کتنے کاموں کو معطل اور رد کرا دیا جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ (المائدة:2)

"جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا ان کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم حد سے گزر جاؤ، نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو"۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ (المائدة:8)

"کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے"۔

ذیل میں ایسے کاموں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں جو شیعوں کی مخالفت اور ان کی عداوت میں رد کر دیے گئے:

(1) شیعوں کی مخالفت میں بعض سنتوں اور مستحبات کو ترک کر دیا گیا

جیسے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا، جہر سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا، قبر کو مسطح بنانا، جنازے پر پانچویں تکبیر کہنا۔ البتہ یہاں ابن تیمیہ کی ایک عبارت ان کی کتاب "منہاج السنہ" (4/154) سے نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

ومن هنا ذهب من ذهب من الفقهاء إلى ترك بعض المستحبات إذا صارت شعارا لهم.

''کچھ فقہاء کا رجحان بعض مستحبات کو ترک کر دینے کی طرف اس لیے رہا ہے کہ وہ شیعوں کا شعار بن چکی تھیں''۔

(2) شیعوں کی مخالفت میں بعض نئے احکام کی ایجاد

اس کے لیے یہاں صرف ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ حنبلی فقیہ حجاوی اپنی کتاب ''**الاقناع فی فقه الامام أحمد بن حنبل**'' (1/128) میں نماز کی مکروہات کا شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأن يخص جبهته بما يسجد عليه ؛ لأنه شعار الرافضة .

''جائے سجدہ پر بطور خاص صرف پیشانی رکھنا مکروہ ہے کیوں کہ یہ شیعوں کا شعار ہے''۔

حنبلی فقیہ نے اس سلسلے میں کئی ایک حنبلی فقہاء کے نام ذکر کیے ہیں۔ لیکن اس پر کراہت کا حکم لگانا ایک شرعی حکم ہے جس پر سوائے شیعوں کی مخالفت کے کوئی اور دلیل نہیں ہے۔

(3) سیدنا علیؓ کے فضائل پر حملہ اور ان کی تنقیص

سب سے زیادہ خطرناک یہی کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں حافظ ابن حجر کا وہ بیان عبرت ناک ہے جو انھوں نے اپنی کتاب ''**لسان المیزان**'' (6/319) میں درج کیا ہے۔ وہ ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنہ پر اپنی رائے دے رہے ہیں جو انھوں نے بعض شیعوں کے رد میں لکھی ہے، ابن حجر لکھتے ہیں:

طالعت الرد المذكور فوجدته كما قال السبكي في الاستيفاء ، لكن وجدته كثير التحامل إلى الغاية في رد الأحاديث التي يوردها ابن المطهر ...وكم من مبالغة لتوهين كلام الرافضي، أدته أحيانا إلى تنقيص علي رضي الله عنه .هذه الترجمة لا تحتمل أيضاح ذلك وإيرادأمثلته.

''شیعوں کے رد میں لکھی جانے والی مذکورہ کتاب میرے مطالعہ میں آئی، میں نے

ٹھیک اس کو اسی طرح پایا جس طرح سبکی نے ''الاستیفاء'' میں لکھا ہے۔البتہ میں نے دیکھا کہ ابن تیمیہ ان احادیث کی تردید میں سخت لب ولہجہ اپناتے ہیں جو ابن مطہر نے ذکر کی ہیں، رافضی کا کلام کی فضیحت میں وہ اس درجہ مبالغہ کر جاتے ہیں جس سے بسا اوقات سیدنا علیؓ کی تنقیص کا پہلو سامنے آتا ہے۔اس ترجمہ میں گنجائش نہیں کہ میں اپنی بات کی مثالوں کے ذریعے واضح کرسکوں''۔

ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنہ کے بارے میں اسی طرح کی بات امام شوکانی نے اپنی کتاب "البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع"(1/71)

وكتاب المنهاج في الرد على الروافض في غاية الحسن لولا أنه بالغ في الدفع حتى وقعت له عبارات وألفاظ فيها بعض التحامل.

''شیعہ کے رد میں کتاب المنہاج بہت اچھی ہے، لیکن دفاع میں اس قدر مبالغہ کیا گیا ہے اور اس کے لیے ایسے الفاظ وتعبیرات کا استعمال ہوا ہے جو حملہ اور زیادتی ہی کہی جاسکتی ہے، کاش یہ چیز کتاب میں نہ ہوتی''۔

اس کی زیادہ تفصیل ہمیں ابن قتیبہ کے یہاں ملتی ہے ،انھوں نے اپنی کتاب'' الاختلاف فی اللفظ'' (ص:55-54) میں لکھا ہے کہ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ جب انھوں نے شیعوں کو سیدنا علیؓ کی محبت میں مبالغہ کرتے دیکھا تو انھوں نے مبالغہ کا جواب مبالغہ سے دیتے ہوئے:

☆سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو موخر کردیا اور ان کی حق تلفی کی۔

☆لوگوں نے گول مول بات کی اگرچہ واضح طور پر علیؓ کے ظلم کا ذکر نہیں کیا۔

☆لوگوں نے ان پر یہ الزام عائد کیا کہ انھوں نے ناحق خون بہائے۔

☆لوگوں نے الزام لگایا کہ وہ سیدنا عثمانؓ کے قتل کی سازش میں شامل تھے۔

☆اپنی جہالت کے سبب انھوں نے سیدنا علیؓ کو امامان ہدایت کی فہرست سے خارج کرکے انھیں فتنوں کے امام کے زمرے میں ڈال دیا۔

☆سیدنا علیؓ کے دور کو انھوں نے خلافت سے موسوم نہیں کیا کیوں کہ ان کی خلافت کے تعلق سے لوگوں میں اختلاف تھا جب کہ یزید بن معاویہ کے دور کو خلافت سے تعبیر کیا کیوں کہ اس کی امارت پر لوگ متفق تھے ،جن لوگوں نے سیدنا علیؓ کو خلیفۂ راشد قرار دیا،ان پر ناحق تہمت لگائی۔

☆اکثر محدثین نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل بیان کرنے سے پرہیز کیا، ان سے متعلق جو حقوق تھے،ان کا اظہار نہیں کیا جب کہ ان تمام احادیث کا تعلق صحاح سے تھا۔

☆انھوں نے سیدنا علیؓ کے بیٹے امام حسنؓ کو خارجی اور مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے والا بتایا اور حدیث رسول:''من خرج علی أمتی وھم جمیع فاقتلوہ کائنا من کان'' کا سہارا لے کر انھیں مباح الدم قرار دیا۔

☆سیدنا علیؓ اور شوری کے دیگر اراکین کو مساوی درجے کا بتایا،دلیل یہ پیش کی گئی کہ اگر علیؓ کو کوئی فضیلت حاصل ہوتی تو سیدنا عمرؓ ان کو مقدم رکھتے اور مجلس شوری نہ قائم کرتے''۔

☆جس کسی نے سیدنا علیؓ کا ذکر کیا یا ان سے کوئی حدیث روایت کی،اس سے کنارہ کشی اختیار کی گئی یہاں تک کہ اکثر محدثین نے سیدنا علیؓ کے فضائل پر مشتمل احادیث بیان کرنے سے پرہیز کیا۔

☆ان کی پوری توجہ عمرو بن عاص اور معاویہ کے فضائل پر مرکوز رہی ،ایسا لگتا ہے کہ مقصد عمرو بن عاص اور معاویہ کے فضائل بیان کرنا نہیں بلکہ سیدنا علیؓ کی تنقیص کرنا تھا۔

☆اگر کوئی یہ بیان کر دیتا کہ سیدنا علیؓ رسول اللہ ﷺ کے بھائی،رسول اللہ ﷺ کے دونوں نواسوں حسن اور حسین کے والد،اصحاب کساء کے ارکان علی،فاطمہ،حسن اور حسین تھے تو چہرے بگڑ جاتے،آنکھوں سے انکار دکھائی دیتا اور سینے حسد سے سلگ جاتے۔

☆اگر کوئی ذکر کرنے والا نبی اکرم ﷺ کی احادیث:''من کنت مولاہ فعلی

مولاه "،اور"أنت منی بمنزلة هارون من موسی"،اوراس جیسی احادیث ذکر کردیتاتو وہ ان احادیث کی تاویل کرنے لگ جاتے تاکہ علیؓ کی تنقیص کرسکیں،ان کے حق میں کمی کردیں،یہ سب کچھ وہ روافض کی دشمنی اور عداوت میں کرتے تھےاوران روافض کی وجہ سے سیدنا علیؓ پر بے جاالزام لگایا کرتے تھے،اور یہ سب محض اپنی جہالت کی وجہ سے کرتے تھے"۔

پانچواں سبب:بعض صحابہ کا خوف

میں اس بحث کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا ،صرف ابویعلی حنبلی کی اس روایت کی طرف اشارہ کرنا چاہتاہوں جوانھوں نے"طبقات الحنابله"(1/158)میں اپنی سند سے وریزہ بن محمد حمصی کے ترجمہ میں لکھاہے،وریزہ بیان کرتے ہیں:

دخلت علی أبی عبد الله أحمد بن حنبل حین أظهر التربیع بعلی رضی الله عنه فقلت:له یا أبا عبدالله إن هذا لطعن علی طلحة والزبیر!فقال:بئسما قلت:وما نحن وحرب القوم وذکرها ؟

"میں ابوعبداللہ احمد بن حنبل کی خدمت میں اس وقت داخل ہوا جب انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ راشد قرار دیا تو میں نے ان سے عرض کیا:یا تو طلحہ اور زبیر پر ایک طرح کی طعنہ زنی ہے۔انھوں نے جواب دیا:بڑی غلط بات تم نے کی ہے، ہماری کیا مجال ہے کہ ہم صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کا تذکرہ کریں"۔

آپ یہاں دیکھ سکتے ہیں کہ یہ حمصی سیدنا علیؓ کو چوتھاخلیفۂ راشدقرار دیے جانے پر کتنا خوف زدہ ہے،کیوں کہ اس کے خیال میں دوجلیل القدرصحابی طلحہ اورزبیر پر یہ ایک قسم کی طعنہ زنی ہے۔لیکن امام احمد بن حنبل نے اس کی تردید بہت اچھے ڈھنگ سے کی۔

اس موضوع پر مزید مثالیں بھی ہیں جن کو اللہ کی مدد سے کسی دوسرے مقام پر ذکر کیا جائے گا۔یہاں مقصد تفصیل نہیں صرف ایک مثال سے اپنی بات واضح کرنی تھی۔

چھٹا سبب: رفض وتشیع کی تہمت لگ جانے کا خوف

اس کا چھٹا سبب یہ تھا کہ لوگ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان پر تشیع اور رافضیت کا الزام نہ لگ جائے اور پھر انھیں الحادوزندقہ سے متہم کر کے انھیں شہر بدر کر دیا جائے، سزادی جائے یا قتل کر دیا جائے۔

اس سلسلے میں ہماری گفتگو دو محوروں پر ہوگی۔ پہلے محور کے تحت ہم اس بات کی طرف اشارہ کریں گے کہ جب بعض لوگوں نے فضائل کی احادیث کی تحسین کی تو ان پر بہ عجلت تمام رافضیت کا الزام عائد کر دیا گیا۔ دوسرے محور پر ہماری گفتگو ان امور سے متعلق ہوگی جو اس تہمت اور الزام کے بعد سامنے آئے۔

محور اول: کسی پر تشیع کا الزام عائد کرنے کے لیے صرف یہی بات کافی سمجھی جاتی تھی کہ وہ فضائل کی احادیث کی تصحیح کر دے۔ یہاں ہم اس کی صرف دو مثالیں ذکر کریں گے:

پہلی مثال: حافظ ابن جریر کے ساتھ

حافظ ابن حجر نے ''لسان المیزان'' (5/100) میں جہاں مفسر ابن جریر طبری کا ترجمہ لکھا ہے، اور ان پر تشیع کے الزام کا ذکر کیا ہے، وہاں انھوں نے یہ لکھا ہے کہ:

وإنما نبز بالتشيع ، لأنه صحيح حديث غدير خم.

''ان پر یہ الزام اس لیے عائد کیا گیا کیوں کہ انھوں حدیث غدیر خم کو صحیح قرار دیا تھا''۔

اس جلیل القدر امام کی ذرا بھی رعایت نہیں کی گئی، اسلامی علوم میں ان کی مہارت اور ان کے شرف کا نہ خیال رکھا گیا اور نہ یہ دیکھا گیا کہ حدیث کے باب میں ان کے حفظ واتقان کا درجہ کیا ہے۔

دوسری مثال: حافظ حسکانی کے ساتھ

جہاں حافظ سیوطی نے اپنی کتاب ''طبقات الحفاظ'' (ص:90) میں حسکانی عبیداللہ

بن احمد کا ترجمہ لکھا ہے تو پہلے تو ان کی یہ کہہ کر تعریف کی ہے:

شیخ متقن ذو عناية تامة بعلم الحديث ، عمر وعلا إسناده ، وصنف في الأبواب و جمع.

''مضبوط حافظہ کے شیخ الحدیث تھے، علم حدیث پر پوری توجہ تھی، طول عمر پائی، ان کی سند بڑی عالی ہے، مختلف ابواب میں انھوں نے کتابیں تصنیف کیں اور احادیث کی تدوین کی''۔

اس کے بعد سیوطی لکھتے ہیں:

أملى مجلسا صحح فيه رد الشمس لعلي ، وهو يدل على خبرته بالحديث وتشيعه.

''ایک دن اپنی مجلس میں حدیث کا املا کرا رہے تھے، اسی مجلس میں انھوں نے سیدنا علیؓ کے لیے سورج کے واپس لوٹ آنے والی حدیث ''حدیث رد شمس'' کی تصحیح فرما دی جو اس بات پر دلیل ہے کہ وہ احادیث میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور تشیع کی طرف ان کا میلان تھا''۔ ہم نے دیکھا کہ کس طرح ایک مجلس میں جو حدیث کے لیے منعقد تھی، محض حدیث رد شمس کی تصحیح کر دینے سے ان کو شیعہ سمجھ لیا گیا جب کہ وہ مجلس علم حدیث کے قواعد اور اصول کے بیان پر مشتمل تھی جیسا کہ سیوطی کے بیان علوم حدیث میں ان کی مہارت والی بات سے پتا چلتا ہے۔

اس سے کہیں زیادہ سنگین یہ بات ہے کہ بعض لوگوں پر تشیع کا الزام صرف اس وجہ سے لگا دیا گیا کہ انھوں نے فضائل کی چند ایک احادیث کی روایت کر دی تھی۔

سعید بن ابی عروبہ نے جیسا کہ امام حاکم کی مستدرک (3/163، رقم الحدیث :4718) میں ہے، یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وعدني ربي في أهل بيتي من أقر منهم بالتوحيد ولي بالبلاغ أن لا يعذبهم.

''میرے رب نے مجھ سے میری اہل بیت کے سلسلے میں یہ وعدہ کیا ہے کہ جوکوئی ان میں سے توحید کا اقرار کرلے گا، اسے یہ خبر دے دو کہ اللہ اسے عذاب نہیں دے گا''۔

پھر معلوم ہے کہ کیا ہوا؟ امام حاکم لکھتے ہیں:

قال عمر بن سعيد الأبح: و مات سعيد بن أبى عروبة يوم الخميس ، و كان حدث بهذا الحديث يوم الجمعة ، مات بعده بسبعة أيام فى المسجد، فقال قوم: لا جزاک الله خيراً صاحب رفض و بلاء. وقال قوم : جزاک الله خيراً صاحب سنة و جماعة ،أديت ما سمعت.

عمر بن سعيد ابح بيان كرتے هيں كه سعيد بن عروبه كی وفات جمعرات كو هوئی اور انهوں نے يه حديچ جمعه كے دن بيان كی تهی ، اس کے سات دنوں کے بعد مسجد کے اندر ہی ان کی وفات ہوگئی، ان کے سلسلے میں ایک جماعت نے کہا: اللہ انھیں جزائے خیر نہ دے، وہ رافضی اور آفت تھے۔ جب کہ ایک دوسری جماعت نے کہا: اللہ انھیں جزائے خیر دے، وہ صاحب سنت اور اہل السنہ والجماعت کے فرد تھے، انھوں نے جو کچھ سنا تھا، اسے دوسروں تک پہنچا دیا''۔

اس سے بھی کہیں زیادہ سنگین معاملہ یہ تھا کہ بعض لوگوں پر رافضیت کا الزام محض اس لیے لگا دیا گیا کہ انھوں نے فضائل علیؓ کو فضائل عثمانؓ سے پہلے بیان کر دیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب ''لسان المیزان'' (1/78) میں حافظ ابراہیم بن ضحاک کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ذكر أبو الشيخ ثم أبو نعيم أنه قعد للتحديث فأخرج الفضائل فأملى فضائل أبى بكر ثم عمر ثم قال: نبدأ بعثيان أو بعلى فقالوا: هذا رافضى . فتركوا حديثه.

''ابوالشیخ اور پھر ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابراہیم بن ضحاک حدیث بیان کرنے بیٹھے، سب سے پہلے انھوں نے فضائل کی احادیث نکال کر ابوبکر کے فضائل بیان کیے،

اس کے بعد عمر کے فضائل بیان کیے، پھر فرمایا: اب ہم عثمان کے فضائل بیان کریں یا علی کے فضائل بیان کریں۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ یہ تو رافضی ہے اور پھر لوگوں نے ان کی احادیث ترک کر دیں"۔

محور ثانی: یہاں ہم اشارہ کریں گے بعض ایسے واقعات کی طرف جن سے یہ معلوم ہوگا کہ جس کسی نے فضائل کی احادیث بیان کیں، ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔

پہلا واقعہ: نصر بن علی کے ساتھ

خطیب بغدادی نے اپنی کتاب"" تاریخ بغداد" (13/287) میں اپنی سند سے نصر بن علی کی سند سے سیدنا علیؓ سے مروی یہ حدیث نقل کی:

أن رسول الله ﷺ أخذ بيد حسن و حسين وقال: من أحبني وأحب هذين وأباهما وأمهما كان معي في درجتي يوم القيامة.

"رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھام کر فرمایا: جو شخص مجھ سے، ان دونوں سے اور ان کے والدین کریمین سے محبت کرتا ہے، وہ جنت میں میرے درجہ (منزل) میں ہوگا"۔

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بیان کرتے ہین کہ جب نصر بن علی نے یہ حدیث بیان کی تو تو متوکل نے حکم دیا کہ ان پر ایک ہزار کوڑے لگوائے جائیں۔ متوکل سے جعفر بن عبدالواحد نے بات کی اور نصر بن علی کے بارے میں متوکل کو برابر بتاتے رہے کہ یہ شخص اہل سنت میں سے ہے، وہ یہ بات اس وقت تک کہتے رہے جب تک مارنے والے نے انھیں چھوڑ نہیں دیا۔ ان کے لیے کچھ وظائف مقرر تھے جسے موسی نے دوبارہ ان کے لیے بحال کر دیا۔ خطیب کہتے ہیں کہ متوکل نے ان کو کوڑے مارنے کا حکم دیا کیوں کہ اس نے ان کو رافضی سمجھا لیکن جب اسے پتا چلا کہ ان کا تعلق اہل سنت سے ہے تو انھیں چھوڑ دیا۔ اس واقعے سے پتا چلا کہ محض آل رسول کے فضائل بیان کر دینے سے اس سزا کا مستحق سمجھ لیا گیا۔

اگر ہم خطیب بغدادی کی بیان کردہ وجہ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ رافضیت کا الزام لگانے کے لیے محض آل رسول کے فضائل بیان کر دینا کافی سمجھا جاتا تھا اور ایسی سخت سزا کا مستحق جو انسان کو موت کی نیند بھی سلا سکتی تھی بھلا کون ہے جو ایک ہزار کوڑوں کی مار برداشت کر سکے۔

دوسرا واقعہ: حافظ ابن سقا کے ساتھ

حافظ ذہبی اپنی کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' (3/965، رقم:906) میں حافظ ابن سقا کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

واتفق أنه أملى حديث الطير فلم تحتمله نفوسهم،فوثبوا به،وأقاموه وغسلوا موضعه ، فمضى ولزم بيته فكان لا يحدث أحداً من الواسطيين فلهذا قل حديثه عندهم.

''اتفاق سے انھوں نے حدیث طیر کا املا کرا دیا، لیکن حاضرین اسے برداشت نہیں کر سکے، وہ ان پر کود پڑے، انھیں اٹھا کر وہاں سے کھڑا کر دیا اور ان کی جگہ کو پاک کرنے کے مقصد سے دھویا گیا، وہ اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ وہاں سے جانے کے بعد اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے اور پھر واسطیین میں سے کسی سے کوئی حدیث بیان نہیں کی، اسی وجہ سے ان کی مرویات کی تعداد بہت کم ہے''۔

تیسرا واقعہ: حافظ ابوبکر طائی کے ساتھ

امام ذہبی اپنی کتاب ''تاریخ الاسلام'' (1/2422) میں حافظ ابوبکر طائی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں؛

قال أبو سليمان بن زبر :اجتمعت أنا وعشرة فيهم أبو بكر الطائى يقرأ فضائل على رضى الله عنه في الجامع بدمشق.فوثب إلينا نحو المائة من أهل الجامع يريدون ضربنا،وأخذ شخص بلحيتى فجاء بعض الشيوخ

وكان قاضية في الوقت فخلصني،وعلقوا أبا بكر فضربوه وعملوا على سوقه إلى الوالي في الخضراء ، فقال لهم أبو بكر:يا سادة إنها في كتابي فضائل علي وأنا أخرج لكم غدا فضائل معاوية أمير المؤمنين.

''ابوسلیمان بن زبر بیان کرتے ہیں میں دس آدمیوں کے ساتھ جن میں ابوبکر طائی بھی تھے،ایک ساتھ جامع دمشق میں فضائل علیؓ کا مذاکرہ کررہے تھے۔اچانک سوآدمی جامع مسجد میں سے ہم پرٹوٹ پڑے،وہ ہمیں مارنے کا ارادہ کررہے تھے،ایک شخص نے میری داڑھی پکڑ لی ، یہ دیکھ کر ایک شیخ آگئے جو اپنے وقت کے قاضی تھے،انھوں نے اس آدمی کی گرفت سے مجھے آزاد کیا۔وہ ابوبکر سے چمٹ گئے اوران کو بہت مارااور پھرپیروں سے چلاکرانھیں والی کے پاس خضراء لے گئے۔ان سے ابوبکر نے کہا:حضرات !میری کتابوں میں ایک کتاب فضائل علیؓ سے متعلق تھی ، میں کل آپ حضرات کے لیے امیرالمومنین معاویہ کےفضائل پر مشتمل کتاب نکالوں گا''۔

ابن منظور نے ''مختصر تاریخ دمشق''(1/341)میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے،انھوں نے آخر میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے:

قال أبو سليمان:فقال لي الطائي:والله لاسكنت دمشق،ورحل منها إلى حمص.

''ابوسلیمان بیان کرتے ہیں: مجھ سے ابوبکر طائی نے کہا:اللہ کی قسم!اب میں دمشق میں قیام نہیں کرسکتا،اس کے بعد وہ وہاں سے حمص چلے گئے''۔

جب صورت حال یہ تھی تو بھلا کون ہمت کرسکتا تھا کہ آل رسول رضوان اللہ علیہم کے سلسلے میں واردفضائل بیان کرتا۔ یہ جراءت تو وہی کرسکتا تھا جس کے دل کواللہ نے ایمان کے لیے منتخب کرلیا ہواوراس نے مصائب وتکالیف کو اپنی آماجگاہ بنالیا ہواور ظاہر ہے کہ ایسے جراءت مند تو صرف انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات فضائل کی احادیث بیان کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔

ابن قتبہ نے اپنی کتاب ''الاختلاف فی اللفظ'' (ص:55) میں بالکل صحیح لکھا ہے:

وأهملوا من ذكره أو روى حديثا من فضائله،حتى تحامى كثير من المحدثين أن يتحدثوا بها.

''انھوں نے ہر اس شخص کو چھوڑ دیا جنھوں نے سیدنا علیؑ کا ذکر کیا، یا ان کے فضائل پر مشتمل احادیث بیان کیں، یہاں تک کہ بہت سے محدثین فضائل کی ان احادیث کو بیان کرنے سے اجتناب کرتے تھے''۔

ابن قتبہ کا یہ کلام بعض لوگوں کے رویے سے متعلق ہے، یہ بیماری عام نہیں تھی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول صحیح سند سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری (1/56، رقم الحدیث:120) میں ہے:

حفظت من رسول اللهﷺوعاء ين فأما أحدهما فبثثته ، وأما الآخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم.

''میں نے رسول اللہﷺ سے دو بھاری تھیلوں میں سما جانے والی احادیث سنی ہیں، ایک تھیلے میں موجود احادیث تو میں نے عام کر دی ہیں لیکن دوسرے تھیلے کی احادیث اگر میں بیان کروں تو میری یہ شہ رگ کاٹ ڈالی جائے گی''۔

ابو ہریرہ کے اس قول کو زہری کے گزشتہ قول سے ملا کر دیکھیں اور اس صورت حال پر نظر ڈالیں جس کی تفصیل بیان کر چکا ہوں تو ابو ہریرہ کے قول کی تہہ تک آسانی سے پہنچا جا سکتا ہے۔ انھوں نے رسول اللہﷺ سے سنی ہوئی احادیث کا وہ تھیلا جسے بیان کرنے پر انھیں اپنی شہ رگ کاٹ دیے جانے کا اندیشہ تھا، ان کا تعلق سیدنا علی اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب سے تھا۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھوں نے فضائل سے متعلق احادیث بیان نہیں کیں، بلکہ ایک حد تک کچھ حدیثیں بیان کی ہیں اور خاص قسم کی احادیث بیان کرنے پر اکتفا کی

ہیں، کیوں کہ بہ قول زہری قتل کردیے جانے یا بہ قول ابو ہریرہ شہ رگ کاٹ دیے جانے کا اندیشہ تھا۔

اسی خوف اور دہشت کی وجہ سے بعض محبان علی، رافضیت یا جھوٹ کی تہمت لگائے جانے سے خوف زدہ حضرات اس وقت بہت خوش ہوتے تھے جب فضائل کی ان احادیث کو کوئی ایسا شخص بیان کرتا تھا جو کسی سے خوف نہیں کھاتا تھا، جس تک کسی کے ہاتھ آسانی سے پہنچ نہیں سکتے تھے یا جس کے ایمان وعقیدہ میں کسی شک کی گنجائش نہیں تھی جیسے امام احمد بن حنبل ۔شاید اسی بات سے ابوحاتم رازی کے اس قول کو سمجھا جاسکتا ہے جسے امام حاکم نے اپنی مستدرک (3/143) میں اپنی سند سے اس طرح بیان کیا ہے:

كان يعجبهم أن يجدوا الفضائل من رواية أحمد بن حنبل رحمه الله.

''لوگوں کو اس وقت بڑی حیرت ہوتی تھی اور وہ خوش ہوتے تھے جب فضائل کی احادیث امام احمد بن حنبل کی روایت سے پاتے تھے''۔بسا اوقات حالات سخت ہوجاتے تھے تو امام احمد کی مرویات سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔جیسا کہ جب امام نسائی نے فضائل علیؓ پر مشتمل کتاب تصنیف کی جس میں بیشتر احادیث انھوں نے امام احمد سے ذکر کی ہیں، تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

ابن خلکان اپنی کتاب ''وفیات الاعیان'' (1/77) میں لکھتے ہیں:

وقال الحافظ أبو نعيم الأصبهاني: لما داسوه بدمشق مات بسبب ذلك الدوس، وهو منقول، قال: وكان قد صنف كتاب الخصائص في فضل علي بن أبي طالب رضي الله عنه وأهل البيت ، وأكثر رواياته فيه عن أحمد بن حنبل ، رحمه الله تعالى.

''حافظ ابونعیم اصبہانی کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے امام نسائی کو دمشق میں روند ڈالا تو اسی وجہ سے ان کی وفات ہوگئی حالانکہ انھوں نے اپنی کتاب خصائص، علی بن ابی طالب

رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے فضائل میں تصنیف کی تھی ،اس کتاب کی زیادہ تر روایات امام احمد بن حنبل کی ہیں''۔

اسی صورت حال میں بعض ایسے حضرات بھی تھے جو جان جوکھم میں ڈال کر امیرالمومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کیا کرتے تھے بلکہ اس پر وہ مصر تھے۔چنانچہ ابن عساکر نے تاریخ دمشق (29/151) میں اپنی سند سے عطاء بن سائب کی یہ روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

سمعت عبد الله بن شداد بن الهاد يقول: لوددت أني أقمت على المنبر من غدوة إلى الظهر فأذكر فضائل علي ثم أقول فأنزل فيضرب عنقي.

''میں نے عبداللہ بن شداد بن ہاد کو یہ کہتے سنا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں منبر پر بیٹھ کر فجر کی نماز سے لے کر ظہر کی نماز تک سیدنا علیؓ کے فضائل بیان کروں، پھر مجھے منبر سے اترنے کا حکم دیا جائے اور میری گردن ماردی جائے''۔

اس روایت کو امام ذہبی نے بھی سیر اعلام النبلاء (3/489) میں ذکر کیا ہے۔مختصر یہ کہ صورت حال انتہائی الم ناک اور تکلیف دہ تھی ،یہی وجہ ہے کہ امام سجاد علی بن حسین علیہما السلام اپنے دور میں جو کبار تابعین کا دور ہے،اس وقت کہتے ہیں جب کمیت نے اہل بیت کی مدح کی:

اللهم إن الكميت جاد في آل رسولك وذرية نبيك بنفسه حين ضن الناس ، وأظهر ما كتمه غيره من الحق ، فأمته شهيدا ، و ....

''اے اللہ! کمیت نے تیرے رسول کی آل اور تیرے نبی کی ذریت کے لیے اس وقت قربان کر دیا جب لوگ بخل سے کام لے رہے تھے اور وہ حق بیان کر دیا جسے دوسرے چھپا رہے تھے،تو انھیں شہادت کی موت عطا فرما''۔

واقعہ کی تفصیلات تاریخ دمشق میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

فضائل کی احادیث سے جنگ اور ان کی مخالفت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ بعض حضرات یہ سوال کیا کرتے تھے کہ کیا سیدنا علیؓ کی کوئی فضیلت بھی ہے۔اس سوال کے پیچھے مقصد یہ تھا کہ جو لوگ سیدنا علیؓ کو برا بھلا کہہ رہے تھے،ان کو ان کی منقبت وفضیلت کے حوالے سے خاموش کیا جائے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب ''تاریخ الکبیر'' (4/193،رقم:2458) میں عبداللہ بن شریک کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ سہم بن حصین ،عبداللہ بن علقمہ کے ساتھ مکہ آئے۔ ابن علقمہ سیدنا علیؓ کو گالی دیا کرتے تھے۔سہم بن حصین نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے سیدنا علیؓ کی کوئی فضیلت سنی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں سنی ہے اور پھر انھوں نے حدیث: من کنت مولاہ کا ذکر کیا۔ابن شریک کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن علقمہ اور سہم واپس آئے اور ہم نے ایک ساتھ فجر کی نماز ادا کی تو ابن علقمہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا:

أتوب الى الله من سبّ علی.

''میں سیدنا علیؓ کو گالی دینے سے اب اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں''۔

اللہ نے اپنی روشنی کی تکمیل فرمادی

خوف ودہشت،سختی وتشدد کے تمام ہتھکنڈوں کے باوجود مکر کرنے والے کامیاب نہیں ہوسکے،سیدنا علیؓ کے فضائل کو چھپانے اور نظر انداز کرنے کی تمام کوششوں کے باوجود اللہ کی روشنی بجھی نہیں بلکہ اس کے برعکس نتیجہ سامنے آیا اور فضائل کی جس قدر احادیث سیدنا علیؓ سے متعلق مروی ہیں،اس قدر کسی دوسرے کے متعلق مروی نہیں ہیں۔

امام حاکم نے اپنی مستدرک (3/116،رقم الحدیث:4572) میں اپنی سند سے روایت ذکر کی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

ما جاء لأحد من أصحاب رسول الله ﷺ من الفضائل ما جاء لعلی بن أبی طالب رضی الله عنه.

''رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کے اتنے فضائل منقول نہیں ہیں جتنے فضائل سیدنا علیؓ کے سلسلے میں منقول ہیں''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری (7/71) میں لکھتے ہیں کہ امام احمد، اسماعیل قاضی، امام نسائی اور ابوعلی نیسابوری کہتے ہیں:

لم یرد فی حق أحد من الصحابة بالأسانید الجیاد أکثر مما جاء فی علی.

''کسی صحابی سے متعلق جید سندوں کے ساتھ اتنے فضائل مروی نہیں ہیں جتنے فضائل سیدنا علیؓ سے متعلق مروی ہیں''۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف (6/373، رقم الحدیث:32128) میں ایسی سند سے جس میں کوئی حرج نہیں، ایک صحابی رسول سے روایت نقل کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا:

لقد جاء فی علی من المناقب ما لو أن منقبة منها قسم بین الناس لأوسعهم خیراً.

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں جو مناقب مروی ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی اگر ان کے درمیان تقسیم کردی جائے تو نیکی کے لحاظ سے سب کو کفایت کرجائے گی''۔سیدنا علیؓ کے فضائل پر مشتمل احادیث کی نشرو اشاعت میں جو رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور جس طرح کے حالات بنائے گئے، ان کو دیکھتے ہوئے وہ روایت عقلی لحاظ سے بعید نہیں ہے جو'' **لسان المیزان**''(2/199) میں موجود ہے کہ:

أن رجلا قال لابن عباس: سبحان الله إنی لأحسب مناقب علی ثلاثة آلاف!فقال: أولا نقول: إنها إلی ثلاثین ألفا أقرب.

''ایک شخص نے ابن عباس سے کہا: سبحان اللہ! میرا خیال ہے کہ سیدنا علیؓ کے

مناقب تین ہزار ہیں، یہ سن کر ابن عباس نے جواب دیا: بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ ان کے مناقب کی تعداد تقریباً تیس ہزار ہے''۔

اگرچہ بعض لوگوں نے فضائل کی بعض احادیث کو منکرات میں شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے سیدنا علیؓ سے برسر پیکار لوگوں کی ساری تدبیریں ناکام بنادیں، ان سے بغض رکھنے والوں کو منہ کی کھانی پڑی، اللہ نے ان تمام منفی کوششوں کے باوجود سیدنا علیؓ کی قدر و منزلت میں اضافہ ہی کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب ''**الاصابة فی تمییز الصحابة**'' (4/565) میں امیر المومنین کے ترجمہ کے آغاز میں بنوامیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكلما أرادوا إخماده وهددوا من حدث بمناقبه لا يزداد إلا انتشار.

''بنوامیہ نے جس قدر کوششیں اور تدبیریں سیدنا علیؓ کے فضائل اور مناقب کو چھپانے اوران کو ختم کرنے کی کوشش کی، اسی قدر وہ عوامی سطح پر عام ہوئیں اور پھیلیں''۔

امام ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''الاستیعاب'' (536) میں ابن وہب کی سند سے عامر بن عبداللہ بن زبیر کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ انھوں نے ایک بار اپنے بیٹے کو سیدنا علیؓ کی تنقیص کرتے سنا تو فرمایا:

يابني إياك والعودة إلى ذلك، فإن بني مروان شتموه ستين سنة فلم يزده الله بذلك إلا رفعة.

''میرے بیٹے! دوبارہ سیدنا علیؓ کو گالی نہ دینا، بنومروان نے ساٹھ سالوں تک سیدنا علیؓ کو گالیاں دیں لیکن اللہ نے ان کی قدر و منزلت میں اضافہ ہی کیا''۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ سیدنا علیؓ کی عظیم شخصیت اور اسلام کی مضبوط علامت- میرے رب کی سلامتی ہو ان پر- بہت سے ایسے فضائل و مناقب سے سرفراز ہے جن میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب ''**الاصابة فی تمییز الصحابة**'' (4/565) میں امیر المومنین کے ترجمہ کے آغاز میں لکھتے ہیں:

وتتبع النسائی ما خص به من دون الصحابة فجمع من ذلک شیئا کثیرة بأسانید أکثرها جیاد.

''امام نسائی نے چن چن کر ان خصائص وامتیازات کو جمع کیا ہے جو صرف سیدنا علیؓ کے لیے خاص ہیں، کسی دوسرے صحابی کو یہ شرف حاصل نہیں، اور امام نسائی نے اپنی کتاب کی بیشتر روایات جید سندوں کے ساتھ نقل کی ہیں''۔

☆☆☆